اسبابِ زوال مسلم

علامہ امیر شکیب ارسلان

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب

(جملہ حقوق بحق آستانہ بکڈپو محفوظ)

ہدیہ مجلد دو روپے

پہلا ایڈیشن

ناشر
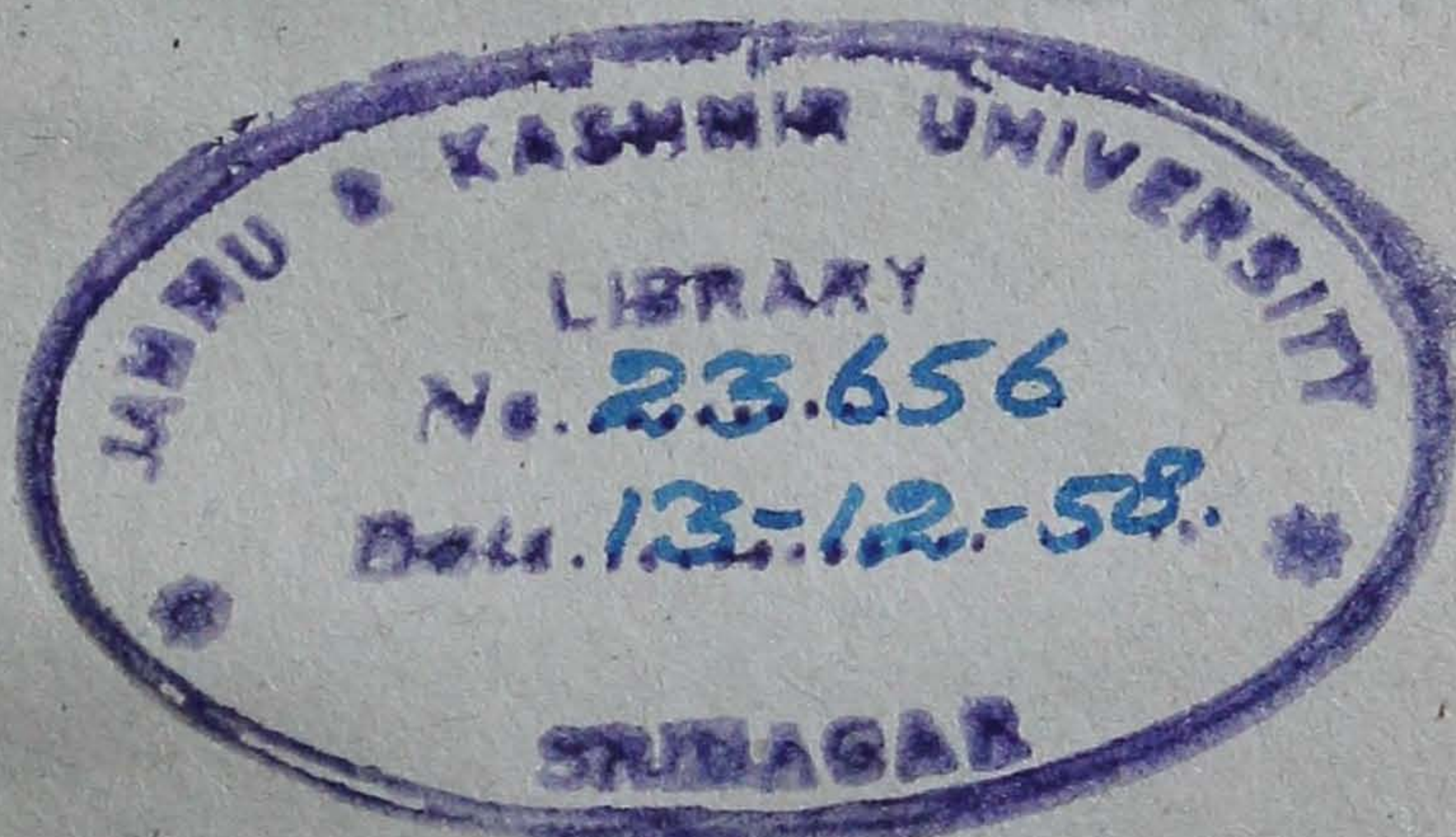
آستانہ بکڈپو پوسٹ بکس ۱۲۰۶ جامع مسجد دہلی

فہرست مضامین

—— . ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
حالی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ	اللہ تعالیٰ کبھی اس حالت کو
مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی	نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل
یُغَیِّرُوْا مَا	ہوتی ہے جبتک کہ وہ خود ہی
بِاَنْفُسِھِمْ	اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے
اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ	اور پھر جب اللہ چاہتا ہے کسی
سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ	گروہ کو (اسکی تغیر صلاحیت کی
وَمَا لَھُمْ	پاداش میں) مصیبت پہنچے تو
مِّنْ دُوْنِہٖ	مصیبت پہنچ کر رہتی ہے وہ کسی کے
مِنْ وَّالٍ ؇	ٹالے ٹل نہیں سکتی اور اللہ کے
(الرعد - ۱۱)	سوا کوئی نہیں جو اُس کا کارساز ہو

مسلمانوں کے تنزل

اور

دوسروں کی ترقی کے اسباب

از قلم علامہ سید محمد رشید رضا (مرحوم) ایڈیٹر "المنار" قاہرہ

۶ ۔ ۷

مجھے میرے فاضل شاگرد شیخ محمد بسیونی عمران امام جامع اسلامیہ بوزنیو (جاوا) نے ایک خط لکھا ہے جس میں ہمارے مجاہد بھائی امیر البیان امیر شکیب ارسلان کو اس بات پر توجہ دلانے کی خواہش کی ہے کہ وہ خود تکلیف کر کے "المنار" کے لئے ایک مقالہ لکھیں اور اس میں اس عہد میں مسلمانوں کے ضعیف ہونے اور غیر مسلموں کے قوی ہونے کے اسباب واضح کریں اور لکھیں کہ ان قوموں کو حکومت اسیادت اور قوت وثروت وغیرہ میں غلبہ حاصل ہونے کے کیا وجوہ ہیں ۔۔۔؟ فاضل موصوف نے ایک اور خط میں لکھا ہے "آپ نے "المنار" میں دونوں امور کے اسباب کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اور امام شیخ عبدہٗ نے اسلام اور نصرانیت علم اور مدنیت کے ساتھ کے موضوع پر جو مقالات لکھے ہیں وہ میں نے پڑھے مگر میرا مقصود یہ ہے کہ اس موضوع پر امیر البیان خود اپنی وسیع معلومات اور پختہ آرا اپنے مخصوص اثر انگیز انداز سے سپرد قلم فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے موجودہ حالات کی مناسبت سے ان کے دل و دماغ میں اثرات کی تجدید ہو جائے، ان میں سے جو غافل ہوں بیدار ہو جائیں، جو ناواقف

ہوں آگاہ ہو جائیں اور جو سُست ہوں ان میں عمل کی چُستی پیدا ہو جائے"

شیخ محمد بسیونی نے مذکورہ تجویز کی بنیاد ان سوالات پر رکھی ہے جو ان کے خط میں درج ہیں یہ سوالات ایسے ہیں جن کی بدولت ناواقف اشخاص کے دل میں دین کی نسبت شبہات پیدا ہو سکتے ہیں (کہ شاید دین اسلام ہی مسلمانوں کے زوال کا باعث ہے) خود تلمیذ موصوف کا شبہ اس لئے خارج از بحث ہے کہ وہ "مدرسہ دعوت وارشاد" میں ہمارے درس اچھی طرح سن چکے ہیں اور ہماری تحریروں کو خوب پڑھ چکے ہیں جن میں ہم نے بارہا لکھا ہے کہ جو لوگ اسلام کے دعویدار ہیں اللہ تعالےٰ کی کتاب اُن کے لئے حُجت ہے وہ خود کتاب اللہ کے لئے حُجت نہیں ہو سکتے

میں نے اس تجویز کو غنیمت جانا کہ اس کے ذریعہ اپنے دوست امیر شکیب کو اس نوع کا مضمون "المنار" میں لکھنے پر آمادہ کر سکوں گا۔ ورنہ میں خود ہی امیر موصوف کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ وہ مشرق و مغرب کے اخبارات و رسائل کے لئے جو اس کثرت سے مقالات لکھا کرتے ہیں اور دوستوں کے لئے خط و کتابت کا اتنا بوجھ اُٹھاتے ہیں اس میں کمی کریں۔ (اس لئے کہ ان مشاغل کی کثرت صحت پر اثر انداز ہوتی ہے)

چنانچہ میں نے شیخ محمد بسیونی کا خط وصول ہونے کے بعد امیر موصوف کے پاس بھیجدیا۔ انھوں نے کثرت مشاغل کی وجہ سے اس کے جواب میں تاخیر کی۔

جب وہ اندلس کی حالیہ سیاحت سے واپس آئے تو ان کا دل اندلس اور مغرب اقصیٰ میں قوم عرب کے تمدنی آثر دیکھ کر تازہ تاثرات سے معمور تھا اور وہ فرانس کی ان مساعی کے اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے جو اس نے افریقہ کے عربوں کے عیسائی بنانے کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے کی تھیں اور اس مقصد کے لئے قوم بربر کو عیسائی بنایا تھا تاکہ جس طرح اگلے زمانے میں اسپین کی حکومت اندلس میں کر چکی ہے، یہ بھی ان عربوں کو اپنی غلامی کے جال میں جکڑ لیں۔ اس وقت امیر موصوف نے اس خط کا جو جواب لکھا ہے وہ ان کی بلاغت و پختہ کاری کی ایک اہم یادگار اور ان کے دلائل حکمت کی ایک پائندہ حجت ہے۔ اس خط میں ان کے وہی تاثرات نمایاں ہیں جن کی طرف اوپر کی سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اب تک امیر موصوف کی دینی غیرت اور علمی تبحر کے سرچشمے سے جو فیضان ہوا ہے غالباً یہ جواب اس سب سے زیادہ مفید اور منفعت خیز ہے۔ اس میں امیر شکیب ارسلان کا ماہرانہ کمال پوری قوت کے ساتھ جھلک رہا ہے اللہ انھیں مخلص مجاہدین کا بہترین ثواب عطا فرمائے۔

(رشید رضا)

مکتوب

شیخ محمد بسیونی عمرانؒ

مغربی بورنیو (جاوا)

۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ

حضرت مولانا الاستاذ المصلح الکبیر سید محمد رشید رضا مالک جریدہ "المنار" قاہرہ

(اللہ ان کے وجود گرامی سے مجھے اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

امیر البیان علامہ امیر شکیب ارسلان نے "المنار" اور دیگر جرائد میں مختلف موضوعات پر معرکۃ الآرا مضامین لکھے ہیں انھیں جس شخص نے پڑھا ہوگا وہ اس امر سے بخوبی واقف ہوگا کہ امیر موصوف کا شمار اسلام کا دفاع کرنے والے بلند پایہ مولفین میں ہے اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت میں "المنار" اور اس کے ناشر و مالک کے لئے سب سے بڑی قوت ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انہیں خیر و عافیت کے ساتھ تا دیر زندہ و سلامت رکھے۔ ساتھ ہی میں آں محترم (صاحب "المنار") سے استدعا کرتا ہوں کہ امیر موصوف سے فرمائش کریں کہ وہ میرے حسب ذیل سوالات کا جواب دینے کی زحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) مسلمان (خصوصاً ہم جاوا و ملایا کے مسلمان)، دینی امور میں جس ضعف و انحطاط کو پہنچ گئے ہیں اور ہم میں جو اتنی کمزوری اور پستی پیدا ہو گئی ہے کہ ہم میں اب نہ طاقت باقی ہے نہ کوئی قوت اس کے کیا اسباب ہیں؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔

"عزت اللہ اور اس کے رسول اور ایمان داروں ہی کے لئے ہے"

تو وہ مومنین کی عزت اب کہاں ہے ـــ؟ اور کیا ایسی حالت میں کہ مومن ذلیل ہے اور اس کے پاس عزت کے اسباب میں سے کچھ نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۵

عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے

(۲) وہ اسباب کیا ہیں ـــ؟ جن سے یورپ اور امریکہ کے لوگوں اور جاپانیوں نے زبردست ترقی کی ہے ـــ؟ کیا مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ـ ان اسباب میں ان لوگوں کی پیروی کرکے ان قوموں کی طرح ہو جائیں ـ یا ـ یہ بات ممکن نہیں ـــ؟

امیر شکیب ارسلان کی عنایت و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ ان سوالات کا مفصل جواب رسالہ "المنار" میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ اللہ انھیں اور حضرت الاستاذ مدیر "المنار" کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

محمد بسیونی عمران

جواب

امیر شکیب ارسلانؒ

زوالِ امت کا پہلا سبب

جانی و مالی جہاد سے پہلوتہی

مسلمانانِ عالم کی حالت

مسلمانوں کا زوال اور کمزوری صرف جاوا اور ملایا کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے، وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایک امرِ عام ہے اور اگر اس میں کچھ فرق ہے تو کمی بیشی کا فرق ہے یعنی کہیں بہت زیادہ اور کہیں بہت کم ہے کہیں سخت خطرناک ہے اور کہیں کم خطرناک ہے مختصراً یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس صدی کے مسلمانوں کی حالت دینی اور دنیوی مادّی اور روحانی کسی رنگ میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

ہم نے عام طور پر یہ دیکھا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم جہاں بھی مل کر آباد ہیں، مسلمان اغیار کے مقابلے میں ہر لحاظ سے پیچھے ہیں بلکہ میں اس زمانہ کے مسلمانوں میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جانتا جو اغیار کے ساتھ ہو اور اغیار کے ہم پلہ ہو، سوائے **بوسنیا** کے مسلمانوں کے جو اپنے کیتھولک اور آرتھوڈکس عیسائی ہم وطنوں سے کسی لحاظ میں بھی کم نہیں ہیں۔

بلکہ دونوں سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح روس کے مسلمان جنگ عظیم سے پہلے وہاں کے عیسائیوں سے بہتر تھے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ باوجودیکہ چینی قوم بہت پسماندہ ہے تاہم وہاں کے مسلمانوں کی حالت بدھوں سے بہتر ہے۔ بشرطیکہ ان کی اب تک وہی حالت ہو جو جنگ سے قبل تھی۔ ان ملکوں کے علاوہ جہاں بھی دیکھو وہاں مسلمانوں کی حالت اپنے ہم وطنوں سے بدرجہا پست نظر آتی ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنگاپور کے مسلمان وہاں کی دیگر اقوام سے حتیٰ کہ خود انگریزوں سے بھی زیادہ دولت مند ہیں مجھے اس امر کا کافی علم نہیں ہے تاہم اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے دعوے میں کوئی خاص فرق پیدا کر سکے۔

کچھ شک نہیں کہ آج کل عالم انسانی میں کئی مادی اور روحانی تحریکات رونما ہیں اور ہر جگہ ایک قابل قدر بیداری نظر آ رہی ہے یہ بیداری ایسی ہے جسے دنیائے فرنگ خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے بلکہ گھبرا رہی ہے اور اس کی یہ گھبراہٹ اہل یورپ کی تصانیف سے عیاں ہے لیکن اس تحریک بیداری نے ابھی تک مسلمانوں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ یورپ، امریکہ اور جاپان کے باشندوں کے برابر کہے جا سکیں۔

جب یہ حقیقت صاف ہو گئی اور ہم پر مسلمانان عالم کا زوال عام

ثابت ہوگیا تو ہمیں ان اسباب کو تلاش کرنا چاہیئے جن کی موجودگی نے اسلام کو دنیا میں ایک ہزار سال تک سرداری کرنے کا اہل بنا دیا تھا اور جن کی عدم موجودگی نے مسلمانوں کو مشرق سے لیکر مغرب تک دُنیا کا واحد آقا بنا دینے کے بعد اب اس قدر ذلیل و خوار کر دیا ہے کہ وہ تمام اقوام عالم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

یہاں ہم تنزل کے وجوہات کا ذکر کرنے سے پیشتر ترقی کا ایک بنیادی سبب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کے گذشتہ عروج کا بنیادی باعث

مسلمانوں کی گذشتہ ترقیات کا باعث حقیقی جزیرۃ العرب میں اسلام کا ظاہر ہونا تھا جس نے عربوں کے مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دیا اِن کی وحشیانہ زندگی کو متمدن زندگی سے بدل دیا سخت دلوں کو نرم بنا دیا اور بت پرستوں کو خدائے واحد کے سامنے جھکا دیا۔ ان کی پہلی روحیں کھینچ لیں اور بالکل نئی روحیں ان کے جسموں میں داخل کر دیں۔ اس اندرونی تبدیلی ہی سے ان میں اس قدر طاقت پیدا ہو گئی کہ وہ عزت و شان، علم و ہنر اور دولت و ثروت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئے اور پچاس سال کے عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ اگر حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخر میں اور حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران میں نفاق باہمی کی تخم ریزی نہ ہوتی تو مسلمان ضرور تمام دنیا کو فتح کر لیتے

مسلمانوں کے پچاس یا ستر سالہ کارنامے جن کی قوت کو حضرت علی رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ کی خوں ریز لڑائیوں اور بنو اُمیّہ اور ابن زبیر کی ہلاکت خیز جنگوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا، تمام دنیا کے مورخوں اور فاتحوں کی عقلوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہیں یورپ کا فاتح اعظم نپولین بونا پارٹ مسلمانوں کے اس عروج پر ہمیشہ حیران تھا اور کہا کرتا تھا۔

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربوں کو از سر نو پیدا کیا تھا اور انھیں ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر فرمایا تھا کہ جاؤ دنیا کو فتح کرو، حکومت کرو، اور فائدے اٹھاؤ"

اِسلام سے پہلے عربوں کی فتوحات اور اخلاق فاضلہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ کتب تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے آثار بھی اب تک باقی ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عربوں کا تمدن دنیا میں اس قدر پرانا ہے کہ لکھنا پڑھنا بھی انہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا تاہم اس امر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اُن کا تمدن اور ان کے کارنامے صرف عرب اور نواح عرب تک محدود تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ عربوں پر ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے کہ اجنبی لوگ انکے گھروں کے اندر

آگھستے تھے اور ان پر اپنی حکومت قائم کر کے اُنہیں ذلیل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ میں عجمیوں کا یمن عمان اور حیرہ پر حبشیوں کا یمن اور رومیوں کا نواح حجاز اور شام پر قبضہ موجود تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اہل عرب کبھی بھی اسلام سے پہلے نہ تو صحیح معنوں میں خود مختار رہے نہ دُور دراز ملکوں مشہور ہوئے اور نہ تاریخ عالم کی فاتح قوموں میں شمار کئے گئے۔ مگر اسلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ سب کچھ ہو گیا اور دُنیا نے بھی اسے تسلیم کیا۔

آئیے۔۔! اب اُن وجوہات کی تلاش کریں جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہوئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ فاتحانہ اوصاف اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں ——— ؟

ہمارے درمیان کس چیز کا فقدان ہے ——— ؟

میں سائل سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں مسلمانوں کو صرف زبان سے مسلمان کہلانے کے باعث، بغیر عمل کرنیکے عزّت دوں گا تو یقیناً ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ ——— مومنوں کی وہ عزت کہاں ہے جس کا خدا نے اعلان کیا تھا ——— ؟

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

غلبہ صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

اگر خدا تعالیٰ کا وعدہ یہی تھا کہ میں زبان سے مسلمان کہلانے والوں کو عزت دوں گا تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً تعجب ہونا چاہیئے لیکن حقیقت حال یہ نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ نہ خدا نے یہ وعدہ کیا ہے، نہ خدا اپنے وعدہ سے منحرف ہوا، نہ قرآن کریم کے احکام بدلے بلکہ مسلمان خود بدل گئے اور اسی لئے ناکام ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی دن مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرمائی تھی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اب اگر اس صاف اعلان کے باوجود بھی خدا مسلمانوں کو ذلیل نہ کرتا تو یہ موجب تعجب تھا اور خدا کے عدل و انصاف کے بھی خلاف تھا۔

میں پوچھتا ہوں کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ خدا نااہل کو عزت دے۔ اور ہل چلائے اور بیج بوئے بغیر فصلیں پکا دے۔؟ اور کوشش کئے بغیر کامیابی عطا فرمائے اور اعمال کے بغیر امداد دے۔؟ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سستی اور کاہلی پر فدا ہو جاتے، اپنے اپنے کاموں کو پھینک دیتے اور بستروں پر ڈبل کر لیٹ جاتے، اگر ایسا ہوتا تو یہ اس قانونِ قدرت کے (جس پر خدا نے تمام کائنات کو قائم کیا ہے) خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق و باطل میں اور نفع اور نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہتا مگر یاد رکھئے کہ خدا اس قسم کے ظلم سے پاک ہے

اگر خدا کسی انسان کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائیاں کرنے کے بغیر فتح مند کر دیتا اور ظاہری سامان کے بغیر کامیابی عطا فرماتا، مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا خدا نے انھیں بھی پوری طرح آزمایا تھا اور پھر کامیابی عطا فرمائی تھی۔ لیکن اس کے خلاف تم ذرا اپنی حالت کو بھی تو دیکھو تمھارے پاس خدا کی نعمت کے سو حصّے موجود ہوتے ہیں مگر تم سو میں سے ایک یا دو حصّے بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور خواہش یہ رکھتے ہو کہ خدا تمھیں بھی وہی عزّت اور وہی نصرت عطا کرے جو تمھارے ان باپ دادوں کو حاصل ہوئی تھی جو سو میں سو، یا کم از کم ستّر خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے یاد رکھو کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا خدا کبھی ایسا نہیں کرتا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف ہے، عقل اور منطق کے خلاف ہے خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہیں کی تھی، خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہیں کیا تھا خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے صرف یہ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی اور اس قیمت خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت رکھی جاوے زندگی ہو۔ وہ دکسی دنیاوی مقصد کی

فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ
وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۚ وَمَنْ
اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ
بَايَعْتُمْ بِهٖ ۚ وَذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

نہیں بلکہ، اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں
پس وہ مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔
یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا (یعنی اس نے
ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا ہے) توریت انجیل
قرآن (تینوں کتابوں) میں یکساں طور پر
اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر
کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو۔؟

پس (مسلمانو!) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں مناؤ۔ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے۔

کیا مسلمان اس وصف میں پورے اترتے ہیں۔؟ کیا مسلمانوں میں صحابہ کرامؓ کی قربانیاں موجود ہیں ———— ؟ وہ صحابہؓ جو میدانِ شہادت میں خود اپنی موت کو تلاش کیا کرتے تھے جب ان کے غازی کفار پر حملہ آور ہوتے تھے تو کہتے تھے "ہم جنت کی خوشبو کو سونگھ رہے ہیں"۔ اور اس نعرۂ جنگ کے ساتھ ہی دشمنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتے تھے جب تک ان کے ہاتھ میں ہلنے کی طاقت باقی رہتی تھی پھر جب وہ شہید ہو جاتے تھے تو ان کے منہ سے نکلتا تھا "آج عید کا دن ہے" لیکن آرزوئے شہادت کے باوجود اگر وہ شہید نہ ہو سکتے تو اپنی قوم میں غمزدوں کی طرح واپس لوٹا کرتے تھے۔

آج کل کے مسلمانوں اور فرنگیوں کا مقابلہ

قرآن حکیم نے مسلمانوں سے جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کیا ہے

مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں میں وہ غیرت باقی نہیں رہی جو اُن کے بزرگوں میں موجود تھی اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں تک نے اسلامی احکام کی پیروی شروع کر دی ہے حالانکہ یہ احکام ان کی کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اسی جان و مال کی قربانی کو دیکھئے تم ان کے سپاہیوں کو موت پر گرتے اور سنگین کے زخموں سے سرشار ہوتے دیکھو گے۔ یورپین اقوام نے جنگ عظیم سنہ ۱۹۱۴ء میں اپنی ہستی اور حقوق کے لئے جو جو قربانیاں کی ہیں وہ انسانی عقل سے بالاتر ہیں۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ جرمنی نے جنگ عظیم میں اپنے بیس۲۰ لاکھ نوجوانوں کو قتل کرایا۔ فرانس نے چوبیس۲۴ لاکھ، انگلینڈ نے چھ۶ لاکھ اور اٹلی نے ساڑھے چار لاکھ کو۔ ایثار جان کے بعد مالی قربانی کا درجہ ہے اس راہ میں اہل یورپ نے جنگ عظیم میں جو روپیہ خرچ کیا ہے اس کی تعداد حسب ذیل ہے۔

انگلینڈ نے تین ارب پونڈ۔ فرانس نے دو ارب پونڈ۔ جرمنی نے تین ارب پونڈ اور اٹلی نے پچاس کروڑ پونڈ۔ روس نے اپنی دولت کو اس کثرت سے خرچ کیا کہ ان کے ملک پر ہر طرف سے قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور پھر اسی قحط سے بالشویکی بغاوت نے جنم لیا۔

اب آپ بتائیے مسلمانوں کی کون سی قوم نے اس قدر قربانیاں کی ہیں۔؟
عیسائیوں کا حال آپ دیکھ رہے ہیں وہ اپنی جانوں اور مالوں کو بے شمار
اور بے حساب اپنی قوم اور وطن کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ اب اگر اس کے
بعد خدا تعالیٰ اُنھیں یہ عزت و وقعت اور شان و شوکت عطا فرماتا ہے
اور مسلمانوں کو محروم رکھتا ہے تو اس میں تعجب کیا ہے ——؟
کہا جائے گا کہ مسلمان غریب ہیں اور ان کے پاس اس قدر
دولت نہیں کہ وہ اس طرح وسعت کے ساتھ خرچ کر سکیں ہم اس کے
جواب میں کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ نہیں مانگتے۔ ہم ان سے جو کچھ
مانگتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ابھی اپنے درجہ اور حیثیت کے مطابق خرچ
کریں کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی قوم بھی مل سکتی ہے جو اپنی حیثیت کے
لحاظ سے عیسائیوں کی طرح خرچ کر رہی ہو ——؟ عیسائیوں
کی مثال گذر چکی ہے۔ ان میں سے بعض قومیں ایسی ہیں جنھوں نے اپنی تمام
دولت کا نصف حصہ جنگ عظیم میں خرچ کر ڈالا مگر مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی
نہیں ہے جس نے قومی یا شخصی حیثیت کا دسواں حصہ بھی قربان کیا ہو مسلمانوں
میں ایسا کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ترکوں نے
یونانیوں کے بالمقابل اپنی جانوں اور مالوں کو بے دریغ قربان
کیا تو وہ کس طرح کامران ہوئے ——؟

انھوں نے یونانیوں کو ایسی بڑی شکستیں دیں جو کبھی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ اہل یورپ نے ترکوں کو ذلیل و خوار کرنا چاہا تھا مگر وہ از سر نو خود مختار ہو گئے ہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ ترکوں کو یہ بے مثال کامیابی مفت حاصل نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے اپنی دولت کا تیسرا حصہ اور بعض نے پورا نصف جنگ کی راہ میں قربان کیا ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے دین کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں یا کم از کم آج کل کے یورپینوں ہی کی صحیح نقل کرتے ہیں تو انھیں ضرور اپنے نیک اعمال کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر مسلمان صرف ہوا کے ساتھ کھیل رہے ہیں، وہ مجاہدانہ کام کرنے، فدا ہونے، موت پر گرنے اور جان و مال کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بغیر مفت میں خدا سے نصرت و توفیق کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ خود خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَنْ یَّنْصُرُهٗ — جو کوئی اللہ کی سچائی کی حمایت کرے گا، ضرور ہی ہے کہ اس کی مدد فرمائے گا۔

اور اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ — اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو گے تو وہ تم کو کامیاب کرے گا اور تمھارے قدموں کو پختہ کر دے گا۔

صرف دُعائیں کافی نہیں

یہ بات واضح ہے کہ خدا ہمارا محتاج نہیں ہے "خُدا کی نصُرت" کے معنی صرف یہ ہیں کہ بندہ خدا کے احکام کی تعمیل کرے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان اپنے تمام دینی احکام پس پشت ڈال کر اور صرف زبان سے مسلمان بن کر اپنے آپ کو عزت و شوکت کا حقدار قرار دیئے بیٹھے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام لے دینا یا دُعا کر لینا ہی کافی ہوگا، حالانکہ اگر دُعا سے جہاد کا کام لیا جا سکتا تو ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ نبی کریمؐ، صحابہؓ کرام اور اسلاف امت کی صرف دُعائیں قبول کر لیتا اور انھیں جہاد کے پیالۂ موت کو پینے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کامرانی صرف دُعاؤں اور امیدوں پر منحصر کر دی جاتی تو دُنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور خدا یہ کبھی نہ فرماتا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہو۔

اگر کامیابی صرف دُعاؤں اور آرزوؤں پر موقوف ہوتی تو قرآن یہ کبھی نہ فرماتا

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ ۔ اور (اے پیغمبر!) عمل کئے جاؤ اب اللہ دیکھے گا

عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ ط ۔ کہ تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اللہ کا رسول بھی دیکھے گا

اس کے علاوہ یہ بھی نہ کہا جاتا:

قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ط وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

(اے پیغمبر) کہہ دو، معذرت کی باتیں نہ بناؤ۔ اب ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں، اللہ نے ہمیں پوری طرح تمہارا حال بتلا دیا ہے۔ اب آئندہ اللہ اور اس کا رسول دیکھے گا تمہارا عمل کیسا رہتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرماتا ہے :-

اِنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ

بلا شبہ میں کبھی کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا۔

مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ محض نماز، روزہ اور ایسے ہی چند دیگر اعمال کے ساتھ جن کی تعمیل میں نہ خون بہانے کی ضرورت ہو اور نہ مال کے خرچ کرنے کی، مسلمان ہو سکتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایسے ہی اسلام کے بدلہ میں خدا سے عزت و شوکت کے منتظر رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نہ صرف نماز سے ہے اور نہ صرف روزہ سے اور نہ صرف دعا و استغفار سے، خدا ان لوگوں کی دعا کیونکر قبول کر سکتا ہے (جو منافقوں کی طرح) پیچھے بیٹھکر دعا کریں، حالانکہ انہیں اٹھنے اور بیٹھنے اور خرچ کرنے کی طاقت بھی موجود ہو؟

عذر لنگ اور اس کی تردید

یہاں پھر وہی اعتراض اٹھایا جائے گا کہ مسلمانوں کے پاس فرنگیوں جتنی

دولت نہیں ہے کہ وہ ان کی طرح نیک کاموں میں حصہ لیں اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں سے انکی حیثیت کے مطابق خرچ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم حیثیت سے زیادہ نہیں مانگتے مگر کیا وہ اس قدر بھی کریں گے۔؟ ــــــ کبھی نہیں ــــــ!

مسلمان صرف اپنی کمائی ہی میں بخیل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے تو اب اپنے بزرگوں کے اوقاف و مقابر کو بھی کھانا شروع کر دیا ہے اور کوئی کار خیر ایسا نہیں جس میں وہ قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئیں پھر اس بزدلی اور بخیلی کے باوجود مسلمانوں کو کیا حق ہے کہ وہ فرنگیوں کی طرح (جو ملک کاموں میں پیسہ دینے پر پروانہ وار گرے پڑتے ہیں) کامیاب ہونے کی اُمید رکھیں۔؟ دُنیا میں حکومت کی مثال کھیتی کی طرح ہے یعنی جس قدر کام کیا جائے گا اُسی قدر پھل ملے گا مگر آج کل کے مسلمان یہ نہیں چاہتے وہ چاہتے ہیں کہ نہ محنت کریں، نہ قربانی کریں اور اس حال میں بھی فرنگیوں سے بڑھ جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ	اور یاد رکھو یہ ضرور ہوتا ہے کہ ہم تمہارا امتحان لیں خطرات و خوف کا بھوک کی تکلیف، مال و جان کا نقصان، پیداوار کی تباہی وہ آزمائشیں ہیں جو تمہیں پیش آئینگی پھر جو لوگ صبر کرنے والے ہیں اُنہیں (فتح اور کامرانی کی) بشارت دیدو

بعض مسلمان یہ کہتے ہیں ۔ جناب ہم نے بہت ہی فداکاری کی، خدا کی راہ میں خرچ کیا، جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں دیں لیکن پھر بھی ہمیں کوئی اچھا نتیجہ نہ ملا، ہم بدستور فرنگیوں کی غلامی میں مبتلا ہیں ۔ یہ کیوں؟

میں سوال کرتا ہوں آپ جس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہتے ہیں کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ کا وہ خرچ عیسائیوں اور یہودیوں کے خرچ سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔ کم از کم سو۱۰۰ کے مقابلہ میں ایک کی نسبت؟

فلسطین کی تازہ دردناک مثال

ایک تازہ دردناک مثال ملاحظہ ہو۔ فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے آپسمیں جھگڑے ہوئے فریقین میں سے کئی آدمی مارے گئے اور کئی آدمی زخمی ہوئے۔ اس پر دنیا بھر کے یہودیوں نے فلسطین کے یہودیوں کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور دس۱۰ لاکھ پونڈ جمع کر کے بھیجے۔ مسلمانان عالم نے بھی فلسطین کے مسلمانوں کے لئے چندہ جمع کیا لیکن بڑی کوشش کے باوجود تیرہ ہزار پونڈ جمع ہوئے یعنی وہی سو اور ایک کی نسبت ۔ عبرت ہے!

یہاں پھر وہی پہلی بات کہی جائے گی کہ مسلمان اس قدر دولت مند نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا جواب بھی وہی ہے ہم مسلمانوں کو حیثیت کے برابر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم امیروں سے مانگتے ہیں غریبوں سے نہیں مانگتے

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ

ناتوانوں پر، بیماروں پر اور ایسے لوگوں پر جنھیں خرچ کے لئے کچھ میسر نہیں ہے کچھ گناہ نہیں ہے اگر وہ دفاع میں شریک نہ ہوں، بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول کی خیرخواہی میں کوشاں رہیں کیونکہ ایسے لوگ نیک عملی کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتے اور نیک عملوں پر الزام کی کوئی وجہ نہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ

الزام تو دراصل ان پر ہے جو تجھ سے دبیٹھے رہنے کی اجازت مانگتے ہیں حالانکہ مالدار ہیں انھوں نے پسند کیا کہ جب سب لوگ راہ حق میں کوچ کر رہے ہوں اور تو یہ گھروں میں رہجانے والی عورتوں کے ساتھ رہیں

کچھ شک نہیں کہ یہودی مسلمانوں سے زیادہ دولت مند ہیں مگر مسلمان مردم شماری کے لحاظ سے یہودیوں سے کہیں زیادہ ہیں، یہودیوں کی مردم شماری تقریباً دو کروڑ ہے اور مسلمانوں کی ستر کروڑ۔ اگر ہر مسلمان فلسطین کے لئے صرف ایک پیاسٹر (۱۰۰ پیاسٹر = دس روپے) چندہ دیتا اور یہ وہ چندہ ہے جو ہر مسلمان دے سکتا ہے تو پھر ستر کروڑ پیاسٹر جمع ہو سکتے تھے مگر مسلمان ایسا کب کرتے ہیں؟

اور اگر ہم مسلمانوں کی تعداد کا دسواں حصہ شمار کریں تو پھر بھی سات کروڑ پیاسٹر جمع ہونے چاہئیں مسلمانوں کی یہ تعداد تو فلسطین کے نواح ہی میں موجود ہے یعنی مصر، شام، فلسطین، عراق، حجاز، نجد، یمن اور عمان وغیرہ میں پس اگر ہم انہی لوگوں سے ایک پیاسٹر فی کس چندہ لیتے۔ تو۔ کم از کم تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ جمع ہونے چاہئے تھے مگر جو روپیہ جمع ہوا وہ صرف تیرہ ہزار پونڈ تھا یعنی مسلمانوں کی مردم شماری کے دسویں حصے نے بھی ایک دوتی کا پندرھواں حصہ فی کس دیا یہ ہے مسلمانوں کا ایثار۔

دوستو! کیا تم ایسی چیز کا نام قربانی رکھتے ہو ــــ؟ کیا تم خدا کی راہ میں جانوں اور مالوں کے ساتھ ایسا ہی جہاد کیا کرتے ہو ــــ؟ کیا تمھیں اپنے غریب دینی بھائیوں اور وطنی ہمسایوں سے (جو تمہارے بجائے مسجد اقصیٰ کی حمایت میں اپنا خون بہا رہے ہیں) صرف اسی قدر محبت ہے۔؟ اور کیا تم محض اتنی ہی امداد کر سکتے ہو ــــ؟ کیا خدا نے یہ نہیں کہا تھا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی ایسی ہی مدد کیا کرتا ہے ــــ؟

دُنیا پر انگریزوں کا قبضہ

لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے دُنیا پر کیوں کر قبضہ کر لیا ــــ؟

میں کہتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق فاضلہ اور کوشش اور اتفاق کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک قصہ سُنایا تھا۔

ایک انگریز کسی مشرقی ملک میں بہت بڑا عہدہ دار تھا۔ اُس نے اپنے نوکر کو حکم دے رکھا تھا کہ گھر کا تمام سودا ہمیشہ انگریزی دوکان سے لیا کرے ایک دفعہ نوکر نے ایک ہی مہینہ کے اخراجات میں بیس ۲۰ پونڈ کی بچت نکال دی۔ صاحب نے سبب پوچھا تو نوکر نے جواب دیا کہ میں نے اس دفعہ انگریزی دوکان کو چھوڑ کر ایک دیسی بنئے سے سودا خریدا ہے۔ یہ سُنکر صاحب نے حکم دیا کہ اب پھر انگریزی دوکان سے سودا لینا شروع کر دو۔ نوکر نے کہا اگر اس دوکان سے سودا لیا جائے گا تو اخراجات میں بیس ۲۰ پونڈ کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے کہا کچھ حرج نہیں ہے۔ تمہیں انگریزی دوکان سے سودا خریدنا چاہئے۔

میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ مشرقی ملکوں کے انگریز عہدہ دار ہمیشہ اپنی قیمتی چیزیں ولایت سے منگواتے ہیں تاکہ ان کا روپیہ باہر نہ جا سکے۔

کیا ہم ان مثالوں کے بعد مسلمانوں کی حالت کو کسی شمار میں لا سکتے ہیں؟ اگر ہم مسلمانوں کو رات دن بھی یہ نصیحت کرتے رہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی اور سے سودا نہ لیں پھر بھی وہ ان تمام نصیحتوں کو بھول جاتے ہیں۔ اگر کسی اجنبی سے سودا لینے میں اُنہیں

ایک ہی آنے کا فائدہ نظر آئے۔ یہودیوں کے بائیکاٹ میں عربوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں نے نرخ اشیاء کے معمولی فائدے کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ کیا اور وہ اپنے معمولی فائدے کی خاطر اپنے سب سے تیز ہتھیار (یہودیوں کا بائیکاٹ) کو ضائع کر کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے اس معمولی تفع کا تو خیال کر لیا مگر وہ نقصان عظیم جو یہودیوں سے انہیں پہنچ رہا تھا اس کا خیال تک نہ کیا۔

جنگ طرابلس کی مثال

ایک مرتبہ میں نے ایک بڑی حیثیت کے مصری مسلمان سے شکایت کی۔ کہ مصریوں نے طرابلس، المغرب اور برقہ کے مجاہدین کی امداد سے بہت پہلو تہی کی ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اسلام اور ہمسائیگی کا خیال نہ بھی کیا جائے تو مصریوں کو محض اس لئے بھی ان کی امداد کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی خود مختاری اور اپنے مستقبل کو قائم رکھ سکیں۔ کیوں کہ جس طرح سوڈان میں انگریزوں کا رہنا مصر کی خود مختاری کے لئے مہلک ہے اسی طرح برقہ میں اٹلی کی موجودگی بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

مصری مسلمان نے جواب دیا۔ کہ

جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تو مصریوں نے ان کے لئے بہت کچھ کیا

تھا اور انھوں نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کی تھیں لیکن خرچ کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ آخر کار اٹلی نے قبضہ کر لیا۔

میں نے کہا ــــ بے شک طرابلس میں مصریوں نے جو کچھ کیا وہ قابلِ قدر ہے۔ لیکن جو رقم انھوں نے دی وہ ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ سے زیادہ نہیں پھر کیا اس رقم کے ساتھ مسلمان یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ طرابلس کو اٹلی کے پنجے سے چھڑا لیں ــ؟ یہ رقم اٹلی کی قربانی کے مقابلہ میں تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔

مصریوں نے جنگ طرابلس میں ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ دیئے اور حکومت عثمانیہ (ترکی) نے دس لاکھ پونڈ خرچ کئے اس قربانی کا نتیجہ حسب ذیل تھا۔

اوّل ــ مسلمانوں نے اسلام کی عزت کو قائم کیا اور فرنگیوں کو سبق دیا کہ ہم اب تک زندہ ہیں اور ہم اپنے شہروں کو گردنیں کٹائے بغیر کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ اس بہادرانہ طریق عمل میں جس قدر معنوی اور مادی فائدے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتے۔

دُوم ــ اس معمولی رقم نے طرابلس والوں کو لڑنے مرنے پر آمادہ کر دیا جس سے اٹلی کو سخت نقصانات پہنچے یہانتک کہ اُن کے سیاست دان طرابلس پر حملہ کرنے میں پشیمانی ظاہر کرنے لگے۔

سُوم ـــــ اگرچہ مسلمانوں کے شہدا، کم نہ تھے تاہم اٹلی کے مقتولوں کی تعداد اُن سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اٹلی کی فوج پر میدان جنگ میں ناقابل بیان مصیبتیں ٹوٹیں۔ صرف ایک معرکہ کا حال سُن لیجئے جو شہر بنغازی کے دروازے پر ہوا۔ اس دروازے پر ڈیڑھ سو عرب مجاہدین، تین ہزار اٹلی کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتے رہے، یہاں تک کہ وہ تقریباً سب کے سب شہید ہو گئے۔ عربوں کو اس نقصان جان پر بہت تکلیف ہوئی۔ مگر اسی دوران میں انھیں اِسْتنبولُ سے ایک تار موصول ہوا یہ تار اٹلی سے جرمنی کے سفیر نے اپنی حکومت کو راز کی صورت میں بھیجا تھا اور جرمنی حکومت نے رازدارانہ ہی اُسے حکومتِ عثمانیہ کو بھیجدیا۔ اِس تار میں لکھا تھا کہ بنغاری کی لڑائی میں اٹلی کے تین ہزار سپاہیوں میں سے ڈیڑھ ہزار سپاہی قتل ہوئے اور سات افسر پاگل ہو گئے۔ یہ واقعہ ایسے بیسیوں واقعات میں سے ایک ہے

پس دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کس طرح مسلمان اپنے سے دس گنا دشمنوں سے لڑے اور اُن کی نصف تعداد کو تباہ و برباد کیا۔ خود کارسازِ غیب کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ کہ اگر مسلمان طاقت ور ہوں گے۔ تو دس گنا دشمنوں پر غلبہ پائیں گے اور اگر کمزور ہوں گے تو اپنے سے دو چند پر غالب آئیں گے چنانچہ سورہ انفال میں ارشاد ہوتا ہے :۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ	اے پیغمبر! مومنوں کو لڑائی کا شوق دلاؤ۔ (مسلمانو!) اگر تم میں بیس آدمی بھی مشکلوں کو جھیل جانے والے نکل آئے تو یقین کرو وہ دو سو دشمنوں پر غالب ہو کر رہینگے اور اگر تم میں ایسے آدمی سو ہو گئے تو سمجھ لو ہزار کافروں کو مغلوب کر کے رہیں گے اور یہ اس لئے ہوگا کہ کافروں کا گروہ ایسا گروہ ہے جس میں سمجھ بوجھ نہیں۔
اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○ (سورۃ الانفال پ ۹)	(مسلمانو!) اب خدا نے تم پر بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس نے جانا کہ تم میں کمزوری ہے اچھا اب اگر تم میں جھیل جانے والے سو آدمی ہوں گے تو (انھیں صرف اپنے سے دوگنی تعداد کا مقابلہ کرنا ہوگا یعنی) وہ دو سو دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اگر ہزار ہوں گے تو سمجھ لو دو ہزار دشمنوں کو مغلوب کر کے رہیں گے اور یاد رکھو) اللہ جھیل جانے والوں کا ساتھی ہے

چہارم —— طرابلس کی لڑائی میں اٹلی کو جو مالی نقصان ہوا وہ دس کروڑ پونڈ ہے اور چونکہ بیس سال تک لڑائی جاری رہی لہذا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اٹلی کے مالی نقصانات کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ ہے۔

بہر حال وہ تھوڑی سی رقم جو مسلمانوں نے مجاہدین طرابلس کو چندہ کے طور پر دی، یہ سب اسی کا نتیجہ تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان نتائج پر بھی قانع نہیں ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ حکومت اٹلی جس کی مردم شماری چار کروڑ دس لاکھ اور جس کی سالانہ آمدنی بیس کروڑ پونڈ سے زائد ہے، پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کے سامنے جھک جاتی، یا جنگ شروع ہوتے ہی ہتھیار ڈال دیتی۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو مسلمان بالکل حیران و پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں اور بعض تو بالکل یاس کی حالت تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو قرآن کریم کے ہاں کفر کی برابر ہے۔

اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ۝	اُس کی رحمت سے مایوس وہی لوگ ہوتے ہیں جو منکر ہیں۔

اٹلی کی مردم شماری اور دولت وغیرہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا اس کو الگ رکھ کر یہ دیکھئے کہ اس کے نوجوانوں میں مسلمانوں سے جنگ و قتال کا اشتیاق کس قدر تھا اس کے لئے ایک اطالوی گیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ گیت اخبار "الفتح" نے "جریدۃ الشرق" کے ۵۴۳ ویں نمبر سے الفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔

"ایک بیس سالہ اطالوی نوجوان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف وہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی راہ میں نہ لڑے، جب کہ طرابلس میں ـــ جنگ کا میدان گرم ہو اور اٹلی کا شانہ لگا

جھنڈا اور جنگی ترانہ، اطالوی بہادروں کو گرمارہے ہیں۔
اے میری ماں! اپنی دُعا کو پورا کر اور رو مت، بلکہ خوش ہو اور
ذرا سا غور کر کیا تم نہیں جانتیں کہ اٹلی مجھے بلا رہا ہے اور میں
طرابلس کو خوشی کے ساتھ جا رہا ہوں تاکہ میں اپنے خون کو اس
ملعون اُمّت کے تباہ کرنے میں بہادروں اور مسلمانوں سے
لڑوں جو دوشیزہ لڑکیوں کو پادشاہ کے لئے حلال سمجھتے ہیں
میں اپنی تمام طاقت سے قرآن کو مٹانے کے لئے لڑوں گا وہ نوجوان
کبھی شان کا مستحق نہ ہوگا جو آج اٹلی کے لئے قربان نہ ہو۔ اے ماں
دلیر ہوجا اور کارونی کو یاد کر جس نے اپنے وطن کی راہ میں اپنی تمام
اولاد کو قربان کر دیا تھا۔ اے میری ماں۔! میں سفر پر جا رہا ہوں
کیا تم نہیں جانتیں کہ ہمارے جہاز ہمارے سمندر کی صاف اور نیلی
لہروں پر لنگر ڈالیں گے۔؟ میں طرابلس کو جا رہا ہوں اور خوش
جا رہا ہوں کیونکہ ہمارا سہ رنگا جھنڈا مجھے بلا رہا ہے اور وہ ملک
اس کے سایہ میں ہے۔ اے میری ماں! رو مت کیوں کہ ہم زندگی
کی راہ میں ہیں، اگر میں واپس نہ آیا تو میرے فراق میں آنسو مت بہانا
بلکہ تم ہر شام کو قبرستان میں جانا۔ شام کی ٹھنڈی ہوائیں تمہارے
الوداع کو طرابلس لے جائیں گی وہ الوداع جو تمہیں کبھی بھی تمہارے

جگر کے ٹکڑے پر ماتم نہ کرنے دیگا اور اگر تم سے کوئی پوچھے گا کہ تم ماتم کیوں نہیں کرتیں ؟ تو تم اُسے یہ جواب دینا' اس لیے کہ میرا بچہ اسلام سے لڑائی کرتا ہوا مارا گیا ہے۔ اے میری ماں ! ڈھول بج رہا ہے اور میں جارہا ہوں۔ کیا تم لڑائی کے ڈنکے نہیں سنتی ہو ؟ اے ماں ! مجھے معانقہ کرنے دو۔ "الوداع"

جہادِ ریف کی مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے اور اس کے بعد یہ بحث ختم کردیں گے کیوں کہ ہمارے پاس اس قدر مثالیں موجود ہیں جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں آپ کو معلوم ہے کہ ریفی لوگ کئی سال تک اہل اسپین سے لڑتے رہے اور آخر کار اُن پر غالب آگئے۔ اس جنگ میں انھوں نے اسپین کے ۲۶ ہزار سپاہیوں کو قتل کر کے ان کی ۱۱۷ توپیں چھین لیں، حالانکہ ریفیوں کی کل مردم شماری ۸۰ ہزار ہے اور اسپین کی مردم شماری دو کروڑ بائیس لاکھ سے کم نہیں ہے، ریف کی سرزمین زیادہ ویران ہے اور ریفی لوگ بہت غریب ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے روٹی کماتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ انھوں نے وہ کام کیا جس پر دنیا کے لوگ حیران ہیں۔ اگر ریفی لوگ عیسائی ہوتے تو ان پر ہر طرف سے کروڑ ہا روپے کی بارش ہو جاتی اور انھیں یہ امداد

خواہ خفیہ طریقہ پر ملتی یا صلیب احمر (ریڈ کراس) کے نام سے تاکہ وہ اپنے زخمیوں کا علاج کریں۔ لیکن ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے اس وقت تک ریفیوں کو کتنے روپے بھیجے ہیں۔؟

اسپین کی شکست کے بعد فرانس نے ہسپانوی حکومت کے لئے تین لاکھ سپاہی جمع کر دیئے اور ریفیوں کو سمندر اور خشکی کی تمام طرفوں سے گھیر لیا گیا اور سینکڑوں ہوائی جہاز اُن کے دیہات پر بم برسانے لگے۔ صرف فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کے ہی ہوائی جہاز کام میں نہیں لائے گئے بلکہ نیویارک سے امریکہ کے ہوائی جہاز بھی لائے گئے تاکہ ریف کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا مسلمانانِ عالم دور کھڑے ہوئے مزے کے ساتھ لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کئی سال کے بعد بعض غیرتمند لوگ اُٹھے۔ اور ریف کے زخمیوں کے لئے چندے کی اپیل کی تاکہ مسلمانوں میں بھی کچھ جوش و خروش پیدا ہو۔ راقم الحروف نے بھی محض قلمی خدمات پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہجرت و بے وطنی کے باوجود رہبری کے لئے چار پونڈ چندہ بھی دیا۔ اب سن لیجیے۔ کہ تمام عالم اسلامی نے مجاہدین ریف کے لئے کتنا چندہ جمع کیا ــــــ؟ محض پندرہ سو پونڈ۔ شرم ہو مسلمانوں پر کیا تم اسی قربانی پر اقوام عالم پر غالب ہونے کی توقع رکھتے ہو ــــــ؟

زوالِ اُمّت کا دُوسرا سبب

اپنے دین اور قوم سے غدّاری اور دشمنوں سے وفاداری

مسلمانوں نے نہ صرف ریفیوں کو بے امداد چھوڑا بلکہ ان میں سے بعض ایسے بے حیا لوگ بھی نکل آئے جو ریفیوں کے مقابلہ میں سختی سے لڑے گویا کفار کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ سردار ریف غازی محمد بن عبد الکریم کے خلاف کئی مسلمان قبیلے کھڑے ہو گئے اور فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کو خوشی کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم وطنوں کے حق میں خیانت کی جس کا انجام اب تک وہ بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں شام کے جہاد حریت میں بھی اِس قسم کے خائن اور غدار موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اسلامی ملکوں میں اس قسم کی خیانت برملا ہو رہی ہے۔

کیا پھر ایسے ہی اعمال کی موجودگی میں ہمارے بھائی بسیونی صاحب خدا تعالیٰ سے وعدۂ نصرت پورا کرانا چاہتے ہیں ——————؟

اگر کوئی شخص ان غدّاروں سے پوچھے کہ تم نے دُشمنانِ اسلام کی

کیوں خدمت کی — ؟ کیا تم نہیں جانتے ..؟ کہ تمہاری یہ خیانت دین، شرافت، جوانمردی اور تمہاری اپنی مصلحت اور سیاست کے خلاف ہے —— ؟ تو وہ جواب دیں گے — جناب ! ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اجنبیوں نے ہمیں اس کام کے کرلے پر مجبور کر دیا ہے اگر ہم اسے قبول نہ کرتے تو وہ ہمیں مار ڈالتے یا نقصان پہنچاتے پس ہم لوگ اگر مسلمانوں کے ساتھ لڑے ہیں تو بہت مجبور ہو کر لڑے ہیں۔ یہ بے حیا اپنی مجبوری کا ذکر تو خوب کر دیتے ہیں لیکن خدا کا یہ قول بھول جاتے ہیں۔

اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

کیا تم ان سے ڈرتے ہو —؟ (اگر ڈرتے ہو تو تم مومن نہیں۔ کیونکہ) اگر مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اُس کا ڈر تمہارے دِل میں بسا ہو — !

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

اگر تم ایمان رکھنے والے ہو تو شیطان کے ساتھیوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو

پس اس قسم کے بیہودہ عذرات سے کوئی غدار مسلمان اپنی صفائی نہیں کر سکتا اور نہ یہ کوئی جائز اور درست عذر ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اجنبی طاقتیں مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتی ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی

جاننا چاہیئے کہ انہی اجنبیوں نے کئی نیک مسلمانوں کو مختلف قسم کی خیانتوں پر آمادہ کرنا چاہا مگر انھوں نے ان کی فرمائشوں کو اسی وقت رد کر دیا اور انکے اس انکار سے نہ تو آسمان اُن پر ٹوٹ پڑا اور نہ زمین ان کے قدموں کے نیچے سے نکل گئی۔ کیا آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ اجنبی لوگ ان مسلمانوں پر جو ان کی خواہشات سے انکار کر کے اپنی ملت سے خیانت نہیں کرتے کیوں خفا ہوتے ہیں۔؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ شروع شروع میں جب اہل مغرب نے اسلامی ملکوں کو فتح کیا تو اُنہیں بڑی سہولت کے ساتھ ایسے بے شرم مسلمان مل گئے۔ جنہوں نے اپنی قوم کے خلاف خوشی خوشی اپنی خدمات ان کو پیش کر دیں اور اُنکی صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ اور انہیں اپنے دین اور وطن پر ترجیح دی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑنے لگے اگر شروع میں یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کسی اجنبی کو یہ جرأت نہ پڑتی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی مصلحت کے لئے اس قسم کی خیانت پر آمادہ کرتا۔ یا زبان ہی سے ایسی بات نکالتا یا کسی مسلمان کو اس لئے موت کی سزا دی جاتی کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں کو کیوں قتل نہیں کرتا۔؟

عزت اور آبرو کی موت

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں موت کی ۲ دو قسمیں ہیں۔ ایک[۱] موت وہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو زندہ رہنے کیلئے ہوتی ہے یہ موت اس مومن کو

نصیب ہوتی ہے جو کسی دشمن کو اپنے وطن سے ہٹانے کے لئے مرجائے اور موت کا جام نوش کرنے سے پہلے میدان سے پیچھے نہ ہٹے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

تاخرت استبقی الحیات فلم اَجد   لِنفسی حیاۃ مثل ان اتقدما

میں زندہ رہنے کے لئے (میدان جنگ سے) پیچھے رہا، لیکن میں نے اپنے نفس کے لئے کوئی زندگی نہ پائی، زندگی تو صرف آگے بڑھنے والوں کے لئے مخصوص تھی۔

یہ وہی موت کا پیالہ ہے جو ایک فرانسیسی، فرانس کو زندہ رکھنے کے لئے۔ ایک جرمن، جرمنی کو زندہ رکھنے کے لئے اور انگریز انگلستان کو زندہ رکھنے کے لئے خوشی سے پی لیتا ہے۔ بلکہ اُسے فرض عین سمجھتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس فرض سے انکار نہیں کرتا۔ یہ تو موت کی پہلی قسم ہے۔

موت کی دوسری قسم یہ ہے۔ کہ

ایک مسلمان کسی اجنبی حکومت کی خدمت کرتا ہوا لڑائی میں مرجائے یعنی اس لئے مرے تاکہ اس کا اجنبی آقا اپنے کسی دشمن پر خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو غلبہ حاصل کرے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ افریقہ کا مغربی، فرانسیسوں کی خاطر جرمنی سے لڑتا ہوا مرجائے یا ایک ہندوستانی انگریزوں کی خاطر عربوں اور ترکوں سے لڑتا ہوا مرجائے۔

حالانکہ جب فرانسیسیوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوجاتا ہے

توافریقہ میں اور زیادہ سخت متکبر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق کو
دل کھول کر ہضم کرتے ہیں اور ان کی جائیدادوں کو چھینتے ہیں۔
چنانچہ جنگ عظیم کے بعد ایسا ہی ہوا ہے اور ہماری اس بے غیرتی کے
باعث ان کی جرأت اور ہمت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اب وہ بربریوں کو
عیسائی بنانے کے درپے ہیں اور اس کی عملی کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔
حاصل کلام یہ کہ افریقہ کا مغربی دریائے رائن کے کنارے پر
مرے یا شام کے میدانوں میں، وہ اس لئے مرتا ہے کہ اس کا ملک اور
زیادہ مرجائے، کیونکہ فرانسیسیوں کو خارجی دُنیا میں جس قدر زیادہ
طاقت حاصل ہوگی وہ افریقہ کے مغربیوں کو اُسی قدر زیادہ تکلیف
دیں گے اور انھیں ذلیل و خوار کریں گے۔ اسی طرح وہ ہندوستانی
جو انگریزوں کی خاطر گردن کٹاتا ہے وہ ہندوستان کی غلامی کو اور زیادہ
کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ تاتاری جو روسیوں کی خاطر مرتا ہے اُسے اس کے
سوا اور کوئی بدلہ نہ ملے گا کہ روسی لوگ تاتاریوں کو اور زیادہ ستائیں
آپ غور فرمائیے کہ۔ یہ سب موتیں بھی بہر حال موتیں ہیں جو تھوڑا سا زخم
کھا کے انسان کو موت کے دروازہ تک لیجاتی ہے، مگر وہ موت جو سیدھے
راستے سے انسان کو موت تک پہنچاتی ہے، یہ ہے کہ افریقہ کا مغربی خود
فرانسیسیوں سے لڑے یا ہندوستانی انگریزوں سے لڑے اور مرجائے

یہ موتیں وہ ہیں جن سے ان کا وطن اور وطنی بھائی ظلم سے رہائی حاصل کر سکتے ہیں

مراکش اور شام کے بڑے بڑے لوگوں کی غداریاں

اگر یہ باتیں عوام الناس تک محدود رہتیں تو ہم ضرور یہ کہتے کہ وہ بیچارے کیا جانیں۔۔؟ وہ تو جانوروں کی طرح ذبح خانے کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ وہ نہ قرآن حکیم کے احکام سے واقف ہیں، نہ سنت کو جانتے ہیں، نہ سیاسیات سے باخبر ہیں لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اچھے بھلے ذی وجاہت لوگ بھی اپنی قوم اور وطن سے غداریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مراکش کے وزیراعظم المقری اپنے ہم وطن مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے میں جس قدر کوشش کر رہا ہے، شاید ہی کوئی فرانسیسی کرتا ہوگا۔ اسی طرح البغدادی نے جو فاس کا گورنر ہے اس کام کو جس "اخلاص" سے انجام دیا ہے میرا خیال ہے کہ کوئی کافر بھی انجام نہ دے سکتا چنانچہ اُس نے تقریباً ایک سو نوجوانوں کو اس لئے کوڑے لگائے کہ قروین کی جامع مسجد میں اس طرح وظیفہ خوانی کرتے تھے۔

یا لطیف الطف بما جرت بد المقادر	اے لطیف خدا! تو مقدور کو ہلکا کر
ولا تفرق بیننا وبین اخواننا البرابر	اور ہم کو اپنے بربری بھائیوں سے جدا

اس کے علاوہ فاس کے مفتی کو بھی نہیں بھولنا چاہئے جس نے
یہ فتوی دیا کہ بربری لوگ شریعت اسلامی پر عمل نہ کرنے سے دائرہ
اسلام سے خارج نہیں ہو جاتے۔

تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ یہ سب خائن بڈھے ہو گئے ہیں۔ اور
مسلمانوں کے مالوں کو بہت کھا پی چکے ہیں، تاہم وہ اب تک فرانسیسیوں
کی چاپلوسی کے درپے ہیں، ان کے تقرب پر جان دیتے ہیں اور کسی وقت
بھی اپنے اخلاص کی نمائش سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ ان حرکات سے
ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہ سکیں۔

لطف یہ ہے کہ ان خائنوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرانسیسیوں
کا اس نئے قانون سے جس میں بربریوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے
کیا منشا ہے۔ اور انھوں نے بربریوں کو اسلام سے الگ کرنے کے لئے
کیا کیا تیاریاں کی ہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بے شمار پادری، اور
مسیحی مشنری کس طرح بربریوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ان کے
یتیم بچوں کو غریبوں کو اور کم ایمان والوں کو تلاش کر کے اپنے
جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ فرانسیسیوں
مسلمانوں کے عالموں اور مبلغوں کا بربریوں میں پھرنا قطعاً بند
کر دیا ہے تاکہ مشنریوں کو اپنا کام سرانجام دینے میں آسانی ہو

ہمارا قیاس یہ ہے اور یہ کچھ بعید از عقل بھی معلوم نہیں ہوتا کہ المقری اور البغدادی ان لوگوں میں سب سے اوّل ہوں گے جنہوں نے بربریوں میں علمائے اسلام کے پھرنے اور وعظ کہنے کو ممنوع قرار دیئے جانے پر اپنے دستخط ثبت کئے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ المقری نے مسلمانوں کے بیت المال میں سے اپنا رسالہ "مراکش الکاتولیکیہ" کے لئے ایک فنڈ مقرر کر لیا ہو، کیونکہ اس رسالہ کا مقصد اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ اسلام کی بُرائی بیان کی جائے اور حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے کئے جائیں اس رسالہ کے کئی نمبر ہمارے پاس موجود ہیں ان کے اوراق اسی قسم کے مقالوں سے بھرے پڑے ہیں۔

ان سب باتوں کے باوجود المقری کو آپ دیکھیں گے کہ وہ لمبی نمازیں پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے اور ہمیشہ درود و سلام میں مشغول رہتا ہے اور اسی طرح یہ بدبخت البغدادی بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قبروں کے سامنے بچھے رہتے ہیں، اولیاء اللہ سے امدادیں مانگتے ہیں اور خلقِ خدا پر اس قسم کی جھوٹی پرہیزگاری جتاتے ہیں۔ باقی رہے مفتی صاحب تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ تو بہرحال مفتی ہیں، اور

اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دن میں جماعت کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور تہجد و اشراق اور وتر و نفل کے پڑھنے میں بھی حتی الوسع دریغ نہیں کرتے۔ خدا کی لعنت ہو ان سب پر!

یہ باتیں نہ صرف افریقہ میں ہوئیں بلکہ ہمارے ہاں ملک شام میں بھی فرانسیسیوں کی فتح کے بعد یہاں بھی کئی مولوی اس قسم کی خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ان کی خیانت کسی حد تک مذہبی خیانت نہیں تاہم وطنی خیانت ضرور ہے، چنانچہ جب فرانسیسیوں نے بعض مولویوں کو کہا کہ وہ "المؤتمر السوری الفلسطینی" کے خلاف (جو شام اور فلسطین کی خود مختاری کے لئے کوشش کر رہی تھی) لیگ آف نیشنز کو تاریں بھیجیں اور اس سے نفرت و بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں تو ان بڑی بڑی پگڑیوں والے، لمبی لمبی عباؤں اور موٹی موٹی گردنوں والے اور بڑے پیٹ والے مولویوں نے فی الفور اس مجوزہ تجویز پر دستخط کر دیئے۔

پس اگر میں یہ نہ کہوں کہ اِن پر خدا کی لعنت ہو تو شاید میرے افریقہ کے بھائی مجھ پر ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہمارے صدر اعظم اور مفتی اکبر پر تو لعنت بھیجی مگر اپنے شام کے مولویوں کو اس "نعمت" سے بچا لیا۔

پس میں عدل و انصاف کے تقاضے سے ان سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ خدا ان سب پر لعنت کرے جو اجنبیوں کی ہر خواہش کو بلا لیت و لعل پورا کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ دین اور وطن کے لئے کس قدر بھی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔!

اب شاید برادرم محمد بسیونی عمران صاحب یہ کہیں گے کہ اس قسم کی خیانت کرنے والے لوگ دنیائے اسلام میں بہت کم ہیں اور تمام مسلمان ان کی بدکاریوں اور بُرائیوں کے ذمہ دار نہیں ہیں تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ سب سے اوّل یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت اترتی ہے تو وہ خاص ہوتی ہے اور جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ عام ہوتی ہے۔ ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور عام مسلمان ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر عام مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہوتا اور وہ ان خائنوں کی سرکوبی کرتے رہتے تو یہ لوگ کبھی بھی ان کے دین اور دُنیا کو فروخت کرنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف ان کی یہ حالت ہوتی کہ اگر فرانسیسی ان کے سامنے کوئی ایسی تجویز پیش کرتے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر ہوتی تو وہ اگر اس کو ملتوی نہ کرا سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کرتے کہ وہ اپنے عہدوں سے

مستعفی ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فرانسیسی
ان کے عہدے بعض دوسرے مسلمانوں کو دیدیتے لیکن جب وہ یہ دیکھتے
کہ یہ نئے عہدیدار بھی اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہناتے تو انہیں مجبوراً
یہ نتیجہ نکالنا پڑتا کہ اصرار، تکرار اور ضد سے کوئی فائدہ نہیں اور اس کے بعد
وہ اپنے مذموم ارادہ وخیال سے ضرور دست کش ہو جاتے لیکن
موجودہ حالت بہت افسوسناک ہے اس لئے کہ فرانسیسی لوگ مسلمانوں
کی امداد سے اسلام کو تباہ و برباد کرتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی
کہتے جاتے ہیں کہ ہمارا تو اس معاملہ میں کچھ بھی قصور نہیں، یہ جو کچھ بھی
ہو رہا ہے تمہارے اپنے بھائی کر رہے ہیں۔
کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فرانسیسی لوگوں نے بربریوں کو خارج
از اسلام قرار دیئے جانے کے متعلق کیا پروپیگنڈا کیا ہے ——؟
انھوں نے صاف اعلان کیا ہے۔ کہ یہ قانون شاہ مراکش اور اس کی
گورنمنٹ نے منظور کیا ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مُسلمانوں کے مُسلمان دُشمن

ان حالات میں ہمارے بھائی بسیونی عمران صاحب فرمائیں
کیا یہ وہی اسلام ہے جس کی بنا پر آپ خدا سے مسلمانوں کی نصرت اور تائید کا مطالبہ کرتے

ہیں۔؟ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ	(یاد رکھو!) ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، کہ تمہارا
لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ	پروردگار آبادیوں کو ناحق ہلاک کر دے
وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۞	اور اس کے باشندے اعمال صالحہ کئے ہوں۔

پس جب تک ہم مسلمانوں میں خائن اور غدار مسلمان موجود ہیں اور انہیں ان کے ایمان سے کوئی روکنے والا نہیں۔ ہم یقینی طور پر ایسی ہی ذلّت اور خواری کے مستحق رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اجنبیوں کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ اسلامی ممالک کو فتح کریں۔ اُنہیں اپنا غلام بنائیں اور ان کے مالوں پر قبضہ کرلیں بلکہ اس ظلم کے ہم ذمّہ دار ہیں۔ ہم نے خود اپنی غدّاری سے اسلامی ممالک کو غیروں کے قبضے میں دے دیا ہے۔ اب مسلمانوں کی ذلّت، پستی اور محکومی سے خدا تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے۔ اور ان کے بروں کو نیکوں سے اس طرح علیحدہ کر دیا جائے جس طرح آگ سونے کو کھوٹ اور میل سے پاک اور صاف کر دیتی ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	لوگوں کے اعمال کے سبب خشکی اور سمندر
بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ	میں فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان

بَعْضَ الَّذِی عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ لوگوں کو ان کے اعمال کا کچھ بدلہ دیں۔ شاید کہ وہ باز آجائیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی خرابی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آج مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہیں۔ یہ انتہا ہے کہ اگر کوئی سچا مسلمان اپنی ملت اور وطن کی خدمت کرنا چاہتا ہو تو وہ اپنے مسلمان بھائی سے اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی خوف کھاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی بات سُنکر کسی اجنبی کو پہنچا دے اور جاسوسی کرے اور اس کی چغلی کھائے۔ ایسی چغلخوری اور جاسوسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے وہ مسلمانوں سے ہوشیار رہیں اور مسلمان اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کرسکیں۔ اللہ تعالےٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے۔

شاہ ابن سعود کا قول ہے کہ "مجھے مسلمانوں اور صرف مسلمانوں ہی سے ڈر ہے میں اجنبیوں سے نہیں ڈرتا۔" اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اجنبیوں نے مملکت اسلام میں جس قدر بھی فتوحات حاصل کی ہیں اگر وہ سب کی سب مسلمانوں کے ہاتھ سے پوری نہیں ہوئیں تو ان فتوحات کا نصف یا تہائی حصہ ضرور مسلمانوں کے ہاتھ سے پورا ہوا ہے۔ دشمنان اسلام کو مسلمانوں میں سے ایسے بہت لوگ مل جاتے ہیں

جو اُن کی بہبودی کے لئے اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں، اجنبیوں کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر تلوار اٹھاتے ہیں اور اپنی قوم کی گردنیں کاٹ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں ان حالات میں فرمائیے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے۔؟ اور خدا کے اس فرمان کی کسے پروا ہے۔؟

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ — مومن تو آپس میں بھائی ہیں

اور قرآن کی یہ آیت کسے یاد ہے ——؟

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۝ — اور تم میں سے جو کوئی ان (کافروں) کو رفیق بنائے گا وہ انہی میں سے سمجھا جائے گا

نیز خدا کے اس حکم کی تعمیل کرنے والے کہاں ہیں ——؟

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ — اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کی امداد اور تعاون سے منع کرتا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین میں لڑائی کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نکال اور تمہارے نکالنے کے درپے ہوئے جنہوں نے (تم میں سے) ان کے ساتھ دوستی کی وہ ظالم ہوں گے۔

اسی حکم کے مطابق یہ بھی حکم ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ — پس اگر تم مومن ہو تو چاہیے کہ (آپس میں جھگڑا نہ کرو) اللہ سے ڈرو، اپنا باہمی معاملہ درست رکھو اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو

کیا خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور ایمانی دوستی اسی طرح
ہوتی ہے کہ غیروں کے لئے مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا جائے ؟
پھر کیا خدا ایسے لوگوں کو عزت و نصرت دے گا اور اس زمین پر حکمراں
بنائے گا جو اپنی قوم، اپنے وطن اور اپنی ملّت کے خلاف غیر طاقتوں کی
خدمت اور وفاداری کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں ——؟
اب اس مسئلہ کے اصلاحی پہلو پر غور فرمایئے۔
اگر کوئی غیرتمند مسلمان ان بزرگوں کو ملامت کرے اور انھیں خیانت
اور غداری سے منع کرے تو ہمیشہ یہی جواب دیں گے۔
جناب والا——! نہ ہم لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اجنبیوں کے ظلم و
ستم سے محفوظ رہ سکتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ
بے شک بُرا ہے۔ لیکن ہم سے کئی گُنا زیادہ بُرائیاں کرنے والے
اور لوگ بھی تو موجود ہیں۔
بس انہی عذرات کو عذر لنگ کہتے ہیں۔ غور تو کیجیے۔! اگر یہ لوگ
اپنی تلواروں سے اپنی قوم اور ملّت کی خدمت نہیں کر سکتے تھے تو قلموں
کو جنبش دیتے، اگر قلموں کو جنبش نہیں دے سکتے تھے تو پھر زبان
سے خدمت کرتے۔ اگر زبان سے بھی خدمت کا موقع نہ پاتے تھے تو کم از کم
دل ہی سے کفّار کو بُرا سمجھتے لیکن ان کم بختوں نے کچھ بھی نہ کیا

البتہ کیا تو یہ کیا کہ دشمنانِ اسلام کے لئے اپنی قوم کی مصلحت کے خلاف جاسوسی کی اور اس ذلت کے باوجود اب وہ بہت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں اور بے خبر پڑے عیش کی زندگی گذار رہے ہیں ان کو نہ غم ہے نہ فکر، نہ حیا ہے اور نہ شرم ہے وہ مسلمانوں کے حقوق کو فروخت کر کے ان کی قیمت کھا رہے ہیں وہ اپنے آرام کے عاشق ہیں، ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور انہیں ملامت بھی کوئی نہیں کرتا۔ اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا مسلمان موجود ہے جو انہیں انکی غداریوں اور بدکاریوں کا بدلہ دے سکے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ تمام دنیا کے مُسلمان برابر نہیں ہیں مثلاً افغانیوں میں کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو دشمنان اسلام کی خدمت کرے اور پھر زندہ بھی رہے۔ اسی طرح وہابیوں میں بھی یہ بات نہیں ملتی پھر مصریوں میں بھی سیاسی احساس یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ کوئی آدمی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اجنبیوں کے حکم کو اپنی قوم کے حکم پر علی الاعلان ترجیح دے سکے یا اجنبیوں میں صاف طور پر کھڑا ہو سکے لیکن افسوس کہ اسلام کے دوسرے ملکوں میں یہ بات بھی موجود نہیں ہے، ان ممالک میں جو شخص بھی چاہتا ہے بڑی سہولت اور بے شرمی کے ساتھ دشمنان اسلام کا وفادار بن جاتا ہے

اور علی الاعلان ان کی حمایت کرتا ہے۔ اب فرمائیے ــــ!

ــــ کیا خدا ایسے ہی مسلمانوں کو اپنی حفاظت عطا فرمائے گا اور یہ وعدہ پورا کریگا؟

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ۝

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائے گا اسی طرح جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل وغیرہ گذشتہ امتوں کو عطا فرمائی تھی اور جو دین ان کیلئے اس نے پسند کیا وہ اسلام ہے اس کو دنیا میں قائم کر کے رہے گا۔ نیز خوف اور خطرے کی اس زندگی کے بعد ان پر طمانیت اور رحمت کا ایسا دور طاری کر دیگا کہ وہ باطمینان اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ گردانیں گے۔

سُنو! خدا اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدۂ خلافت کا اشارہ آج کل کے مسلمانوں کی طرف ہو، وہ مسلمان اپنی قوم کے خائن ہیں اور غیروں کے وفادار ہیں۔ اور ان کی رضا جوئی کے لئے اپنے بھائیوں کو ہر قسم کے نقصانات پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے بلکہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر وہ ہر ذلیل سے ذلیل کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں حالانکہ خدا نے ایمان کو اعمال صالح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے ان کی ان بداعمالیوں سے ظاہر ہے کہ ان کا سینہ دراصل ایمان سے خالی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کا اشارہ ان مسلمانوں کی طرف
نہیں جنہوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں دشمنوں کو امداد دی ہے ان کی جاسوسی
کی ہے اور اپنے وطن اور ملّت کی خرابی کے لئے اجنبیوں کے وفادار
بن گئے ہیں اور انھوں نے اپنے اسلام کے لئے صرف یہی کافی سمجھ رکھا ہے
کہ نماز پڑھو، درود بھیجو اور ہر وقت ایک لمبی سی تسبیح اپنے ہاتھ میں پکڑے رہو۔
اگر یہ باتیں کسی شخص کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتیں تو قرآن یہ اعلان نہ کرتا۔
اے فرزندانِ اسلام ۔۔ جہاد کے لئے نکلو، صبر کرو، سچے ہو جاؤ، تکلیفیں اٹھاؤ،
اپنے مومن بھائیوں کی مدد کرو، انصاف سے کام لو، اور احسان کرو۔ اگر صرف درود
و وظائف کسی انسان کو مسلمان بنانے کے لئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ
أَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَ
أَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا

(اے پیغمبر!) مسلمانوں سے کہدو "اگر ایسا ہے
کہ تمہارے باپ، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں،
تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری
تجارت جس کے مندا پڑجانے سے ڈرتے ہو، تمہارے
رہنے کے مکانات جو تمہیں اس قدر پسند ہیں۔
یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے اس کے رسول سے
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں
تو (کلمہ حق تمہارا محتاج نہیں) انتظار کرو۔

حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط	یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے، وہ تمہارے سامنے
وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی	آئے اور اللہ کا مقررہ قانون ہے کہ وہ)
الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۵	فاسقوں پر (کامیابی و سعادت کی) راہ نہیں کھولتا

کیا ہمارے دوست بسیونی عمران صاحب یہ کہہ سکتے ہیں

کہ آج کل کے مسلمانوں میں سوائے شاذ و نادر کے کوئی مسلمان ایسا

مل سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور انھیں اپنے

باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، تجارت اور جائداد پر ترجیح دیتا ہو۔

ایک قابل غور مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے جس سے مسلمانوں کی ہمت

اور ایمان کا اندازہ لگ سکے گا اور وہ یہ ہے:۔

ہم خدانخواستہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ فرانسیسی لوگ بربریوں کو

عیسائی بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور روما کا پوپ کیتھولک عیسائیوں سے

چندہ کی اپیل کرتا ہے کہ اسی لاکھ بربری مسلمان چالیس کروڑ

عیسائیوں میں شامل ہو جائیں اور ان کے لئے گرجے، سکول، یتیم خانے

اور ہسپتال بنوا دیئے جائیں۔ آپ فرمائیے۔! اس اپیل کے جواب میں انھیں

کتنے کروڑ روپے ملیں گے ___؟ ظاہر ہے کہ کروڑوں روپے جمع ہو جائیں گے

لیکن اگر یہی اپیل پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے کی جائے تو ان کا چندہ کیتھولک کے چندہ کی نسبت یقیناً دوگنا ہوگا اور یہ رقم بہت کم مدت میں جمع ہو جائے گی۔

اب ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ دیکھو ——— !

تمہارے بربری بھائی اسلام سے مرتد ہونے کے قریب پہنچ گئے ہیں اور اس ارتداد کا باعث محض جہالت ہے۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ تم اُن لوگوں میں اپنے علماء بھیجو تاکہ وہ انہیں اچھی طرح سے اسلام سکھادیں نیز ان کے لئے مسجدیں، سکول، یتیم خانے بنوادیں تاکہ وہ اسلام پر قائم رہ سکیں۔ فرمایئے ۔! ہماری اپیل کا کیا نتیجہ ہوگا ـــــ؟ میرا خیال ہے کہ جان توڑ کوشش اور دوڑ دھوپ کے بعد بھی شاید مسلمانوں کا چندہ عیسائیوں کے چندہ کا سوواں حصّہ ہوگا۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوگا۔ پس اس مثال سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی حمیّت عیاں ہوگئی! اب اس کے بعد یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان کیوں ذلیل ہوگئے اور دیگر اقوام کیوں ترقی پر ہیں۔

مسلمانوں پر تعصب کا الزام اور اس کی حقیقت

عیسائیوں کے شہرۂ آفاق تعصب کے باوجود عیسائی مصنف اور

اخبار نویس اور ان کے مشرقی شاگرد، دوسروں پر تعصب کا الزام لگانے میں شرم محسوس نہیں کرتے اور اپنے آپ کو وسیع دل بتاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ راقم الحروف کے علاوہ سیّد رشید رضا اور عبدالحمید بک سعید رئیس جمعیۃ الشبان المسلمین وغیرہ کو جو مسلمانوں کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جگاتے ہیں ہمیشہ متعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہم صرف عیسائیوں کے نزدیک ہی متعصب نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں کے نزدیک بھی متعصب سمجھے جاتے ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے حکموں اور مسلمانوں کی ضرورتوں سے بے پروا ہو چکے ہیں اور بعض دفعہ عیسائیوں کی دوستی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام سے اپنا بے پروا ہونا بھی ان پر جتا دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں کے نزدیک کوئی مسلمان صرف اسی وقت غیر متعصب ثابت ہو سکتا ہے جبکہ وہ بربریوں کو عیسائی بنانے میں فرانسیسیوں کی کوششوں کا حال سن کر اپنی آنکھیں بند کر لے یا وہ جب سُنے کہ ہالینڈ والوں نے جاوا میں دس لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا ہے (جیسا کہ ہالینڈ پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے کہا ہے)، تو یہ کہہ دے کہ مجھے کوئی پروا نہیں، جاوا کے رہنے والے عیسائی ہوں کہ مسلمان مذہب کی تبدیلی ان کا پرائیویٹ معاملہ ہے اور اس کا تعلق ان کے ضمیر سے ہے. اگر کوئی مسلمان ایسا

کرے تو وہ تہذیب یافتہ سمجھا جائے گا۔ اور تمام یورپ میں اس کا ذکر ہوگا۔ لیکن اس کے خلاف عیسائیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ کریں بلکہ توپیں، ہوائی جہاز اور ٹینکوں تک کو کام میں لائیں اور مسلمانوں کو شعائر دینیہ کی ادائیگی سے روک دیں اس کے علاوہ اسلام کو شکست دینے کے لئے اسلامی ملکوں میں بھی ہر قسم کا پروپیگنڈا کریں، یہ لوگ تو ان سب حرکات کے باوجود بھی مہذب، متمدن اور جنٹلمین رہ جاتے ہیں مگر مسلمان اپنے بھائیوں کو بچا بھی نہیں سکتے اگر وہ ایسا کریں تو تمام یورپ میں ڈھنڈورہ پیٹ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ کتنے فرقہ پرست اور متعصب ہیں۔

اب ایک اور تماشہ دیکھئے یورپ کی یہ تمام سینہ زوریاں ظاہر ہیں حکومت فرانس اپنے آپ کو غیر متعصب کہلانے کے باوجود بربریوں کو عیسائی بنا رہی ہے اور ہالینڈ کی گورنمنٹ جاوا میں مشنریوں کی حمایت کر رہی ہے۔ بلجیم گورنمنٹ کونگو کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہے۔ برطانوی حکومت یوگنڈا، دار السلام اور سوڈان میں اسلامی تبلیغ کی روک تھام کر رہی ہے یہ اور ایسی ہزاروں مثالوں کے باوجود یہ نام نہاد اور مغرب زدہ مسلمان اب تک ناواقف مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یورپ نے چونکہ دین کو بالکل پس پشت چھوڑ رکھا ہے

اس لئے وہ کامیاب ہوگیا ہے، اور مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے جبتک

کہ اسلام کو خیرباد نہ کہدیں۔

ترکی میں اس قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا تھا! اور بہت سے

لوگ ان کے جال میں سوچے سمجھے بغیر پھنس گئے تھے یہ ترکوں کے پیرو

جب مصر، شام، عراق، اور ایران میں بھی بعض لوگوں سے ملتے

ہیں تو ایسی ہی خلاف حقیقت باتیں بلا تامل کرتے رہتے ہیں۔ افسوس یہ ہے

کہ ان دجالوں کی باتوں کو صحیح تسلیم کرنے والے سادہ لوح مسلمان

ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

زوالِ امّت کے اہم اسباب

مسلمانوں کے اسبابِ زوال میں یہ چند باتیں بہت اہم ہیں

۱ جہالت

سب سے اوّل جہالت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ جاہل لوگ جو سرکہ اور شراب میں بھی تمیز نہیں کر سکتے ہر قسم کی بیہودگی کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور جواب کی طاقت نہ رکھنے کے باعث ہر وقت اغیار کے فریب کا شکار رہتے ہیں

۲ کم علمی

دوسری وجہ مسلمانوں کی کم علمی ہے یہ چیز جہالت سے بھی بدتر ہے کیوں کہ اگر سچا عالم مل جائے اور انھیں راہ راست پر آمادہ کر سکے تو وہ فی الفور راستی کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نیم تعلیم یافتہ اشخاص اپنی منطق کے سامنے کسی کا قول بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مشہور مقولہ ہے "نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان" میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ پورا جاہل، آدھے جاہل سے بہتر ہے۔

۳ اخلاق کا زوال

تیسری چیز مسلمانوں کے اخلاق کا گر جانا ہے۔ ہم نے قرآن کریم کی
ارشاد فرمائی ہوئی اچھی صفات جن سے ہمارے اسلاف اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے
بالکل ترک کر دی ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ قوم کو بنانے اور
بڑھانے کے لئے علوم اور معارف کی نسبت اخلاق عالیہ کی موجودگی کہیں
زیادہ ضروری ہے امیر الشعراء شوقی کیا خوب کہتا ہے ؎

وانما الامم الاخلاق مابقیت
فان هم ذهبت اخلاقهم ذهبوا

قومیں تب زندہ رہتی ہیں جبتک ان میں اخلاق زندہ ہوں
اور اگر ان کے اخلاق چلے جائیں تو وہ خود بھی چلی جاتی ہیں۔

۴ علماء اور سلاطین کا زوال

مسلمانوں کے زوال کے اہم وجوہات میں سے ان کے علماء اور
حاکموں کی کمزوری ہے یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عام لوگ محض ان کی خدمت
کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کا حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک
کریں اور یہ حال ان کے دماغوں میں یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ اگر کوئی
شخص راہ راست پر لائے تو وہ اُسے مار ڈالنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔
زیادہ افسوس یہ ہے کہ ان ظالم حاکموں کو ایسے منافق مولوی ملے ہوئے ہیں
جو ہمیشہ حق پرستوں کو باغی قرار دے کر قتل کے فتوے دیتے رہتے ہیں۔

حالانکہ ان کا فرض یہ تھا کہ حکام کو سیدھا راستہ دکھاتے۔ چنانچہ قدیم حکومتوں میں عالموں اور مولویوں کا کام وہی تھا جو آج کل پارلیمنٹ کا کام ہے۔ وہ قوم اور حاکم پر نگرانی رکھتے تھے اور جب کبھی قوم پر ظلم ہوتا تھا تو وہ فوراً اپنی آواز بلند کر کے حاکم وقت کو تنبیہ کر دیتے اور اس طرح مسلمانوں کا کام ہمیشہ درست رہتا تھا۔

اِس درستی کی بڑی وجہ یہ تھی یہ علماء پرہیزگار تھے۔ دُنیا کے ساز و سامان سے بے پروا تھے انھیں یہ فکر نہ تھی کہ حاکم اُن کی نصیحت سے ناراض ہو جائے گا جب تک مسلمانوں میں ایسی جماعت زندہ رہی کسی خلیفہ یا حاکم کو علی الاعلان ظلم کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عام اُمّت علماء کے پیچھے ہے اور علماء حق پرست ہیں لیکن افسوس کہ ان اچھے اور سچے عالموں کے بعد ایسے علماء پیدا ہوئے جنھوں نے علم کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنا لیا اور دنیا کو شکار کرنے کے درپے ہو گئے ایسے علماء نے فاسق اور بدکار حاکموں کی ناجائز باتوں کو بھی جائز کر دیا اور ان کی رضاجوئی کے لئے دین کے احکام کو دین کے نام سے توڑ ڈالا۔ اب رہے عوام الناس تو وہ ان منافق مولویوں کی بڑی پگڑیوں اور لمبے لمبے عصاؤں کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان مولویوں کے فتوے صحیح ہیں، ان کی رائے درست ہے۔

اور شریعت کے موافق ہے۔ پس اس گمراہی اور غلطی سے اسلام کی خرابی بڑھ رہی ہے امت کے فائدے ضائع ہو رہے ہیں، مسلمان روز بروز مرتے جاتے ہیں، ان کے دشمن ترقی کرتے جاتے ہیں، اور ان سب باتوں کا گناہ مولویوں پر ہے۔

۵ دردناک بزدلی اور مایوسی

مسلمانوں کے تنزل کا ایک اور بڑا سبب ان کی بزدلی ہے۔ ہمارے اسلاف تمام اقوام عالم میں شجاعت و شہامت کے لئے مشہور تھے وہ موت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ وہ وقت تھا جب ایک مسلمان تن تنہا دس آدمیوں کا اور بعض دفعہ سو آدمیوں کا مقابلہ کرتا تھا، مگر آج یہ حالت ہے کہ موت کے نام سے بھی ڈرنے لگے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ خوف ہی ایک ایسا امر ہے جو اسلام کے ساتھ کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔ زیادہ تعجب یہ ہے مسلمانوں پر زیادتی کرنے والے دشمنوں کو موت کا خوف اس قدر نہیں ہے جس قدر دشمنوں کے مٹانے میں مسلمانوں کو موت کا خوف ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے دشمن اپنی قوم اور وطن کے لئے کس کس طرح موت سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں کیا کیا کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں

لیکن ہم پھر بھی شرم نہیں کرتے، نہ دشمن سے سبق لیتے ہیں۔ اور نہ خدا کے اس قول سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ

اور (دیکھو) دشمنوں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہیں (جنگ میں) تکلیف پہنچتی ہے تو جس طرح تم تکلیف میں ہوتے ہو وہ بھی (تمہارے ہاتھوں) تکلیف میں ہوتے ہیں اور (تمہیں ان پر یہ فوقیت ہے کہ) اللہ سے کامیابی اور اجر کی ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو انہیں میسر نہیں (کیونکہ تم اللہ کی راہ میں حق و انصاف کیلئے لڑ رہے ہو، وہ اپنی نفسانی خواہشوں کیلئے ظلم و فساد کی راہ میں لڑ رہے ہیں)

بزدلی کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ عام مسلمانوں میں مایوسی بھی پھیل رہی ہے ان کا یہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ وہ فرنگیوں سے بہت گرے ہوئے ہیں وہ ان سے لڑ کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے یہ عقیدہ یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ فرنگیوں کو مسلمانوں کی محض بزدلی کے باعث کئی کئی جگہ از خود فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں۔ پرانے زمانے کی روایات بدل گئی ہیں اور کئی جگہ تو ان کے چند آدمی بے شمار مسلمانوں کا مقابلہ کر کے ہٹا دیتے ہیں ؎

یری الجبناء ان الجبن حزم　　　وتلک خدیعۃ الطبع اللئیم

ڈرپوک لوگ بزدلی کو عقلمندی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ کمینہ لوگوں کا ہتھیار ہے

افسوس ہے کہ ہم وہ زمانہ بھول گئے ہیں جبکہ محض بیس[۲۰]
مسلمان بارسلونا سے فرانس کے جنوب میں فراکسیمہ کو آئے اور پہاڑ پر
قبضہ کر گے اور ایک قلعہ بنا کر رہنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ
ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ ایک سو ہو گئے۔ تب انھوں نے
ایک باقاعدہ حکومت قائم کی اور فرانس کے جنوبی حصہ کے علاوہ
اٹلی کے شمالی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف
ایک سو تھی مگر اس حال میں بھی گرد و نواح کے بادشاہ ان کی دوستی
کے طلبگار تھے۔ کوہ الپ کی چوٹی اور فرانس اور اٹلی کے وسطی
پہاڑوں کی شاہراہیں ان کے قبضے میں تھیں اور ان راستوں سے
جس قدر بھی قافلے گذرتے تھے وہ ان سب سے ٹیکس وصول کرتے تھے
اس چھوٹی سی جماعت نے یہاں تک ترقی کی کہ وہ یورپ
سوئزرلینڈ کے وسط میں بحیرۂ کونستانزہ تک پہنچ
گئی اور پورے پچانوے سال تک ان علاقوں پر حکمران رہی آخر کار
تمام اہل فرنگ متحدہ قوت سے ان کے مٹانے پر کمر بستہ ہو گئے
یہاں تک وہ مسلسل لڑائیوں کے بعد مٹا دیئے گئے۔ اس وقت اُن
مسلمان عربوں کی تعداد ۱۵۰۰ سے زیادہ نہ تھی۔

۶ جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ

بعض بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ہاں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ ضرور درست اور بجا ہے لیکن یہ باتیں تب تھیں جب کہ فرنگیوں کے پاس لڑائی کے جدید آلات، توپیں، ٹینک اور ہوائی جہاز وغیرہ موجود نہ تھے۔ علوم جدیدہ کی ترقی نے ان حالات کو بدل دیا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض بزدلی اور حماقت کی ہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے دشمن کچھ کم سازو سامان کے مالک نہ تھے تاریخ کی ورق گردانی کیجئے آپ کو معلوم ہوگا کہ پرانے زمانے میں بھی لڑنے کے خاص خاص ہتھیار موجود تھے اور وہ اُس زمانے کے لئے آج کل کی توپوں اور مشینوں ہی کا کام دیتے تھے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ظاہری ہتھیار اور سامان دلوں میں ہمت پیدا نہیں کرتے بلکہ انسانوں کی ہمت ان سامانوں کو پیدا کرتی ہے۔ یہ ہتھیار اور سامان محض بے فائدہ ہو سکتے ہیں بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کسی کم ہمت اور بزدل شخص کے ہاتھ میں ہوں۔ اصل چیز ہتھیار نہیں بلکہ انسان کی ہمت اور حوصلہ ہے۔

۷ جدید علوم سے محرومی کا بہانہ

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگرچہ یہ باتیں سچ ہیں تاہم عملی کامیابی کے لئے آج کل کے علوم از بس ضروری ہیں اور چونکہ یہ علوم مسلمانوں میں موجود نہیں اس لئے فرنگیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

گذارش ہے کہ جب مسلمانوں میں ہمت اور عقل ہوگی تو وہ نئے علوم اور موجودہ اختراعات کے بھی مالک ہوں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جاپانی لوگ ۱۸۶۰ء تک تمام ممالک مشرقیہ کی طرح پسماندہ تھے لیکن جب انھوں نے اہل یورپ کے نقش قدم پر چلنا چاہا اور ان کے علوم اور صنعتوں کو سیکھا تو وہ پچاس سال کے اندر اندر اُن کے برابر ہو گئے۔ پھر اگر اُمت مُسلمہ کھڑا ہونا چاہتی ہے اور طاقتور قوموں کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہے تو اس کے لئے بھی یہی راستہ کھلا ہے وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اغیار کا مقابلہ کر سکتی ہے جیسا کہ جاپانیوں نے کیا ہے اور اپنے مذہب اور رسوم پر قائم رہتے ہوئے کیا ہے

بُزدلی چھوڑو ہتھیار موجود ہیں

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کس وقت جدید قسم کے ہتھیار

حاصل کرنا چاہا اور یہ سامان انھیں نہیں ملا ---؟ واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ عزم و استقلال کی کمی ہے۔ جب بھی ان میں عزم و استقلال پیدا ہوگا انہیں سب کچھ مل جائے گا۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر آج کوئی مسلمان ہتھیار حاصل کرنا چاہے تو دوسرے ہی دن اُسے ہر قسم کے ہتھیار مل جاتے ہیں۔ ہاں ہتھیار لینے کے لئے پیسہ دینا ہوتا ہے اور اس معاملہ میں ہم بہت کمزور ہیں، ہم نہ تو خرچ کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور نہ فرنگیوں اور جاپانیوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم فتح و کامیابی کو بغیر ہتھیاروں کے اور ہتھیاروں کو بغیر پیسہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ حماقت ہے۔ ہماری انہی کوتاہیوں کے باعث جب دشمن ہم پر غالب آجاتا ہے تو ہم چیخنے لگتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ خدا کا یہ وعدہ کہاں ہے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ خدا پر حق ہے، مومنوں کی مدد کرنا۔

اس پکار کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا خدا نے مومنوں کو مفت میں کامیابی دینے کا وعدہ کیا ہے، خواہ وہ کام کریں یا نہ کریں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کامیابی کے لئے مسلمان کہلانا یا درود پڑھنا یا خانقاہوں میں بیٹھ کر دعائیں کرنا کافی ہے یہ کر لینے کے بعد خدا کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

مسلمانو!۔ مایوس نہ ہو

اس کاہلی، بے پروائی اور گمراہی کا نتیجہ دیکھئے کہ بے شمار ہتھیار والے مسلمان، معدودے چند ہتھیار والے فرنگیوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو مسلمان بھاگ جاتے ہیں اور یہ چکّر اسی طرح چل رہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آپ پر کوئی اعتماد باقی نہیں رہا اور وہ مایوسی کے عالم میں فرنگیوں کے نام ہی سے خوف زدہ ہونے لگے ہیں اور بعض جگہ تو خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور مسلمان ہونے کے باوجود مُستسلم (اپنے آپ کو سُپرد کرنے والا) بن کر خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا	اور دیکھو!۔ نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو،
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ	تم ہی سب سے سربلند ہو بشرطیکہ سچے
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؕ	مومن ہو۔ اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو دشمنوں
اِنْ يَّمْسَسْكُمْ	کو بھی تو ویسے ہی نقصان پہنچے ہیں۔ دراصل
قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ	یہ ہار جیت کے، اوقات ہیں جنھیں ہم انسانوں
الْقَوْمَ قَرْحٌ	میں ادھر اُدھر پھراتے رہتے ہیں (کبھی ایک
مِّثْلُهٗ ؕ	گروہ کے حق میں میدان جنگ کا فیصلہ ہوتا ہے

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۝ — کبھی دوسرے کے حق میں بس یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے تم ہمت ہار بیٹھو۔

مسلمان یہ حقیقت فراموش کر چکے ہیں کہ مومن کے قلب میں ناامیدی کا آنا کفر کے برابر ہے چنانچہ فرمان خداوندی کے مطابق ان کے اسلاف کی عملی حالت یہ تھی۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝

یہ وہ لوگ ہیں جن سے بعض آدمی کہتے تھے تم سے جنگ کرنے کے لئے دشمنوں نے بہت بڑا گروہ اکٹھا کر لیا ہے پس چاہئیے کہ ان سے ڈرتے رہو اور مقابلہ کیلئے باہر نکلو، لیکن بجائے اس کے کہ یہ بات سنکر وہ ڈر جاتے ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ وہ بے خوف وخطر ہو کر، بول اُٹھے ہمارے لئے اللہ کا سہارا بس کرتا ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا اس کا کارساز ہے۔

دولت اور زندگی صرف کرو

لیکن موجودہ حالت کیا ہے؟ موجودہ حالت یہ ہے کہ اگر کسی ملک کے مسلمانوں سے ان مجاہدوں کے لئے جو کسی اجنبی سے لڑ رہے ہوں چندہ مانگا جاتا ہے تو بعض لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے۔ چندہ دینے سے کیا فائدہ ـــــ؟

جب کہ دشمن بہرحال مسلمانوں پر غالب ہوگا۔ حالانکہ وہ ذرا بھی غور کرتے تو انہیں
معلوم ہوتا کہ ان کا یہ عقیدہ انہیں کمزور اور دشمن کی طاقت کو زیادہ مضبوط
کر رہا ہے اس کے علاوہ اپنے مجاہدین کی مالی امداد نہ کرنے میں انہیں کوئی
مالی فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اگر مسلمان مجاہدین مغلوب
ہو گئے تو تمام مغلوب مسلمانوں کی دولت اغیار کے قبضے میں چلی جائے گی
اور وہ اپنی تجارت اور اقتصادیات میں آزاد نہ رہیں گے۔ بلکہ ان کے پاس
جو کچھ بھی ہوگا وہ دشمنوں کا مال ہوگا اور مسلمانوں کے پاس سوائے چند
بوسیدہ ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہ رہے گا بلکہ بعض حالتوں میں وہ اس
درجہ مفلس و قلاش ہو جائیں گے کہ ایک ایک لقمہ کے لئے در بدر
پھریں گے اور بھوکے رہ کر سڑکوں پر جانیں دیں گے جیسا کہ افریقہ
اور ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے سب لوگ جانتے ہیں ان ممالک
میں جب کبھی قحط پڑتا ہے تو افریقی اور ہندوستانی ہزارہا کی تعداد میں
مر جاتے ہیں لیکن کوئی انگریز نہیں مرتا۔ اس لئے کہ ان اجنبیوں نے
ان ملکوں کی دولت پر اس طرح قبضہ کر لیا ہے کہ اصلی باشندوں کیلئے
غریبی اور محتاجی کے سوائے اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی، ان حالات
میں اگر آج کل کے مسلمان اپنے مجاہد بھائیوں کی امداد کرنے سے قاصر
ہو چکے ہیں تو اس کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ انھوں نے شروع شروع

میں اپنے مجاہدین کو مالی امداد دینے میں کنجوسی سے کام لیا اور اس کی پاداش میں اب وہ ذلیل وخوار ہونے کے علاوہ مفلس وقلاش بھی ہیں۔ اور بھوکے بھی مر رہے ہیں۔ خدا کا قانون یاد رکھو کہ ہمیشہ غلامی کے ساتھ مفلسی ہوتی ہے اور آزادی کے ساتھ دولت مندی۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لا تذخروا المال للاعداء انہم — ان یظہروا یاخذوکم والتلاد معاً
ھیہات لاخیر فی مالٍ وفی نعمٍ — قد احتفظتم بہا ان انفکم جدعا

ترجمہ۔ (۱) تم دولت کو دشمنوں کے لئے مت جمع کرو۔ کیونکہ وہ اگر غالب آگئے تو تمہاری زندگی اور تمہاری دولت دونوں چیزیں چھین لیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ——————
(۲) اس دولت اور صحت سے (جسے تم نے جمع کر رکھا ہے) تم کو کوئی فائدہ نہیں اگر تمہاری ناک کٹ گئی —— متنبی کہتا ہے

فلا مجد فی الدنیا لمن قل مالہ — ولا مال فی الدنیا لمن قل مجدہ
دُنیا میں نہ مال کے بغیر بزرگی ملتی ہے اور نہ بزرگی کے بغیر مال ملتا ہے

دَولت کی محبت اور موت کا خوف

افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اپنی دولت اور زندگی کی بے جا حفاظت

کر رہے ہیں اور اس لئے انھوں نے دولتوں کو ضائع کر دیا ہے اور اب ان کی حالت اس حدیث کے مطابق ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ دنیا کی قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح بھوکے آدمی کھانے کی رکابی پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہو گی۔۔۔؟ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تم بہت ہو گے مگر تمہاری حالت ایسی ہو گی جیسے کہ سیلاب کے اوپر گھاس پھوس ہوتا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ۔ ایسا کیوں ہو گا۔؟ ارشاد فرمایا کہ تم میں وھن پیدا ہو جائے گا۔ سوال کیا گیا۔ کہ حضرت وھن سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا "دولت کی محبت اور موت کا خوف" بس یہی دونوں چیزیں مسلمانوں کے زوال اور بربادی کا موجب ہیں۔ وہ موت سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ ہی نہیں کرتے اور دولت سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ شہید ہونے والوں کو بھی امداد نہیں دیتے۔ آج مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے لیکن اس عددی اکثریت سے کیا حاصل، جب تک کہ کوئی جوہر ہی موجود نہ ہو۔؟ بہر حال حدیث نبویؐ کے مطابق مسلمانوں کی پستی اور زوال کا اصل موجب یہی دو چیزیں ہیں دولت کی محبت اور موت کا خوف اور ثابت شدہ بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے ساتھ بکثرت محبت کرتا ہے، وہ اس کے منافعوں اور لذتوں سے ضرور محروم رہ جاتا ہے

اور جو زندگی کی حد سے زیادہ حفاظت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مصیبتوں سے نہیں بچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ زندگی، دولت اور دنیا کی تمام پسندیدہ چیزوں کو حکم خدا کے مقابلہ میں ناچیز سمجھیں کبھی ناامید نہ ہوں اور ہمیشہ صبر و ثبات سے کام لیں۔ آیت کے الفاظ دیکھیے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ج فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ط

اور دیکھو، کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے باخدا لوگوں نے (راہ حق میں) جنگ کی۔ لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان سختیوں کی وجہ سے جو انہیں خدا کی راہ میں پیش آئی ہوں بے ہمت ہو گئے ہوں، نہ ایسا ہوا کہ کمزوری عزت نفس نے یہ بات گوارا کر لی ہو کہ ظالموں کے سامنے عجز و بے چارگی کا اظہار کریں۔ (بے ہمتی، کمزوری اور حریف کے سامنے اعتراف عجز وہ باتیں ہیں جن سے باخدا آدمی کا دل کبھی آشنا نہیں ہو سکتا، اور اللہ انہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو مشکلوں مصیبتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ہی مسلمان دیکھنا چاہتا ہے لیکن اگر وہ ایسے نہیں ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ وہ خدا سے قرآن حکیم کے وعدوں کے ایفا کا مطالبہ کریں۔

الحاد پروری اور قدامت پسندی

اپنے قومی شعار پر قائم رہنا ہی اصل حیات ہے

اسلام کے تنزل کے وجوہات میں سے دو چیزیں اور ہیں۔
ایک تعصب و تنگ خیالی اور دوسرے مادہ پرستی اور الحاد
میری رائے ہے کہ جس طرح ملحد لوگ جو پرانے رسوم و عقائد کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں۔
اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں اسی طرح متعصب اور تنگ خیال لوگ
بھی جو پرانی لکیر کو پیٹنا چاہتے ہیں اور کسی بھی مفید اصلاح کے قبول
کرنے پر تیار نہیں ہوتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر جدید بات کا اختیار کرنا
خواہ وہ کسی قدر بھی مفید ہو موجب کفر ہے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں
واقعہ یہ ہے کہ انہی متعصب اور ملحد لوگوں نے اسلام کو ضائع کردیا
ہے۔ مادہ پرست اور الحاد پرور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مسلمانوں
اور مشرقیوں کو فرنگیوں کے ساتھ اس طرح ملا دینا چاہتے ہیں۔ کہ
اس ملاپ کے بعد مسلمانوں کا اپنا کوئی قومی امتیاز باقی نہ رہ جائے

اور نہ فرنگی تمدن میں جزو کیمیاوی کی طرح تحلیل ہو کر رہ جائیں اور فرنگیت کے سوا ان کا کوئی نام و نشان تک نظر نہ آسکے یہ کوشش ان کی طرف سے عمل میں آرہی ہے جو یورپین تہذیب سے شکست کھا کر معترف ہیں کہ ان کے بزرگ اور وہ خود پست و ذلیل ہیں اور کمینے اور ذلت سے نکلنے کے لئے اپنے حسب و نسب، تہذیب اور رسوم سے صاف طور پر انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قانون فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قوم اپنے خاص رسوم، لباس، آداب، عقائد، کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طریقے پر قائم رہے اور اپنے ماحول کے مطابق قدرتی زندگی بسر کرے۔

اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز

اگر ہم عیسائیوں کی حالت دیکھیں جو دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ سمجھے جاتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہر انگریز انگریز رہنے پر مُصِر ہے۔ ہر فرانسیسی فرانسیسی رہنا چاہتا ہے، ہر جرمن، جرمن بنے رہنے پر قانع ہے اور یہی حال اٹلی اور رُوس وغیرہ کا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ والوں کو دیکھیں جو انگلینڈ کے ہمسایہ میں ایک چھوٹی سی قوم ہے اور جس کی زبان اور رسوم عادات و رسوم انگریزوں سے جدا گانہ ہیں۔ انگریز سات سو سال تک اس قوم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس قوم نے

اپنی قومی خصوصیات نہ چھوڑیں اور اب اسی بنا پر یہ چھوٹی سی آئرش قوم
انگریزوں جیسی قوم کا مقابلہ کر کے آزاد ہو گئی ہے۔ اسی طرح فرانس
کے شمال میں برتیونی قوم نے فرانسیسیوں کے ساتھ ملنے سے انکار
کر دیا ہے اور وہ اپنی خود مختاری کی حفاظت کر رہی ہے اسی طرح
فرانس کے جنوب میں باشکنس نامی ایک قوم چلی آتی ہے جو زمانہ قدیم
سے لے کر اب تک کسی قوم میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ اگرچہ
اس کی تعداد دس لاکھ ہے اور وہ قوطیوں، عربوں، ہسپانیوں، اور
فرانسیسیوں کی ماتحتی کے باوجود کسی قوم میں جذب نہیں ہوئی یہ لوگ
آج تک اپنی خاص بولی بولتے ہیں اور اپنے خاص رسوم اور عادات پر
قائم ہیں۔

بلجیم میں ایک چھوٹی سی قوم فلمنگ کے نام سے موسوم ہے
جس کی زبان فرانسیسی نہیں ہے۔ حالانکہ بلجیم کی زبان فرانسیسی ہے
اس قوم نے فرنچ کو اپنے اسکولوں میں قبول کرنے سے انکار کر دیا
تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بلجیم گورنمنٹ کو فلمنک زبان کو سرکاری طور پر
قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

سوئٹزرلینڈ میں تین قومیں فرانسیسی، جرمن اور اٹالین آباد
ہیں جرمنوں کی مردم شماری اٹھائیس لاکھ ہے۔ فرانسیسیوں کی

آٹھ لاکھ اور اطالویوں کی ڈو لاکھ سے کچھ زیادہ۔ باوجودیکہ یہ تینوں
قومیں ایک ہی گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور ان سب کی مصلحت ایک ہی ہے
تاہم ان میں سے ہر ایک اپنی زبان پر قائم ہے اور اپنی قومی خصوصیات
کی حفاظت کر رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ڈنمارک، سکینڈے نیویا اور ہالینڈ
جرمنی درخت کی شاخیں ہیں لیکن وہ ایک دفعہ اپنی قومیت سے جدا ہو کر
اب جرمنی میں مل جانے کو قبول نہیں کرتے۔

چیکوسلویکیا والے کئی صدیوں تک جرمنوں کے ماتحت رہے۔
لیکن چیک ہی رہے جرمن نہ ہوئے۔ چنانچہ یہ لوگ پورے پانچ سال سے
اپنی قومیت اور زبان کی حفاظت کرنے کے بعد اب جنگ عظیم کے نتیجہ
میں خودمختار ہو چکے ہیں۔

جرمنوں نے مجریوں کو تعلیم دی ہے لیکن انہیں اپنے آپ میں
شامل نہ کر سکے۔

روسی لوگ دو سو سال تک کوشش کرتے رہے کہ پولینڈ
والوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیں اور ان کی زبان کو مٹا دیں، باوجودیکہ ان
دونوں قوموں کی اصل ایک ہے۔ لیکن روسیوں کی تمام کوششیں بے کار
ثابت ہوئیں۔ اب جنگ عظیم (سنہ ۱۹۱۴ء) کے بعد پولینڈ نے اپنی سیاسی

خود مختاری بھی حاصل کر لی ہے اس لئے کہ قومیت کے لحاظ سے اس نے روسیوں کی غلامی کو قبول نہ کیا تھا۔

اگر ایک طرف پولینڈ والوں کو جن کی مردم شماری تین کروڑ ہے خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے تو دوسری طرف استونیوں کو بھی جن کی مردم شماری بیس لاکھ ہے، آزادی نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ اپنے قومی امتیازات کو قائم رکھا اب یہ لوگ روس سے الگ ہو کر خود مختار ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنی زبان کو زندہ کیا ہے اور اس کے لئے حروف ابجد بھی ایجاد کئے ہیں۔ یہی حال فن لینڈ والوں کا ہے۔

روس نے اپنی کوششیں لتوانیوں کو جذب کرنے میں صرف کر دیں مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ ان کے قومی امتیازات زندہ تھے اس واسطے اب جنگ عظیم کے بعد یہ قوم آزاد اور خود مختار ہو گئی اور روس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ حالانکہ اس قوم کی مردم شماری صرف بیس لاکھ ہے تاہم یہ لوگ بھی روس کے پنجے سے آزاد ہو کر اپنی مستقل قومی جمہوریت کے تابع ہیں ان مثالوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ قومی آزادی صرف انہی قوموں کو حاصل ہوئی اور حاصل ہوتی رہے گی جو اپنی تمام قومی خصوصیات دلباس، زبان اطعام، عقائد، رسوم،

پر بہر حال قائم رہیں۔ یورپین اقوام کی آزادی کا یہی راز ہے۔

روس سے زیادہ زبردست حکومت اور کون سی ہوگی؟
مگر وہ بھی کئی چھوٹی چھوٹی قوموں کو اپنے آپ میں شامل کرنے میں ناکام
رہی۔ اسی طرح جرمن بھی ناکام رہے اور اس ناکامی کی وجہ یہ ہے۔ کہ۔
یورپ میں کوئی بھی زندہ قوم ایسی نہیں ہے (خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں
نہ ہو) جو اپنی اپنی جداگانہ قومیت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے۔ جن قوموں نے
اپنی قومیت کی حفاظت کی، آخر کار ان کی یہی محفوظ قومیت ان کی
آزادی کا سنگ بنیاد بن جاتی ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال کروات ہیں
جو دو بڑی قوموں کے درمیان رہتے ہیں اور اپنی قومیت کی حفاظت کر رہے
ہیں۔ اسی طرح ترکوں نے کئی صدیوں تک سرویا پر حکومت کی ہے۔
مگر ان کی قومیت اور جداگانہ ہستی پر غالب نہ آسکے۔

البانی لوگ عرصہ دراز سے یونانیوں اور سلاویوں کے درمیان
رہتے ہیں، مگر وہ ابھی تک پورے کے پورے البانی ہیں۔ اسی طرح بلغاری
لوگ روم، سلاویکیا اور لاطین کی تین قوموں کے درمیان رہتے ہیں۔ ترکوں
کے ماتحت بھی رہے اور ان کی زبان بھی سیکھی لیکن انہوں نے اپنی قومی
تہذیب اور خصائص کو نہیں مٹنے دیا۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ سب قومیں
یکے بعد دیگرے آزاد ہو چکی ہیں۔

میں نے اس وقت جس قدر بھی مثالیں دی ہیں وہ یورپ کے اندر سے تلاش کر کے دی ہیں۔ میں نے یورپ کے باہر اس لیے نکلنا نہیں چاہا تاکہ ہمارے روشن خیال، مغرب زدہ اور الحاد پسند لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم گری ہوئی قوموں کی مثال کی پیروی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اب وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ یورپ کی مثالیں ان لوگوں کی مثالیں ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں، متمدن ہیں۔ خوبصورت شہروں میں آباد ہیں اور یونیورسٹیوں، لائبریریوں، تعلیمی سوسائٹیوں فوجوں اور جنگوں کے مالک ہیں۔

اہل جاپان کی مثال

اب یورپ سے نکل کر جاپان کا رُخ کرتا ہوں۔ کیونکہ جاپانیوں کی ترقی فرنگیوں کی ترقی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس ترقی کے باوجود انھوں نے فرنگیوں ہی کی طرح اپنی قومیت، زبان، رسم و رواج، دین اور عادات کی بھی پوری طرح حفاظت کی ہے۔ جاپان کی صورت حال کو سمجھنے کے لئے مندرجہ مقالہ ملاحظہ فرمایئے جو ایک یورپین نامہ نگار نے جاپان سے بھیجا ہے اور جنیوا کے اخبار جرنل دو جنیو کی ۲۰؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

نامہ نگار لکھتا ہے:-

"جاپانیوں کو فنونِ جمیلہ کی طرف بہت رجحان ہے اور اگر آپ جاپانیوں کو دولت کمانے میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ اس دولت کو محض اپنی اُن خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کماتے ہیں جن کا تعلق حسن وجمال کی قدردانی سے وابستہ ہے۔ فنون جمیلہ کی محبت کے علاوہ اہل جاپان کے دل میں قومی محبت کا نہایت ہی گہرا نقش موجود ہے انھیں ناز ہے کہ انہوں نے صرف چند ہی سال کے اندر اندر کئی پراگندہ حکومتوں کی بجائے ایک نہایت منظم حکومت قائم کردی ہے۔ جاپان کے اس سیاسی انقلاب میں مذہب کا برابر اثر موجود ہے۔"

قارئین کرام آخری الفاظ پر غور فرمائیں کہ "جاپان کے سیاسی انقلاب میں مذہب کا اثر موجود ہے" حالانکہ اہل جاپان کا مذہب حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے بجز اس کے کہ اپنے باپ دادوں کے چھوڑے ہوئے رسوم اور عادات کی پیروی کی جائے اس کے باوجود آج کل کے جاپانی جو نئی تہذیب کے تمام ساز وسامان سے آراستہ ہیں، نہ تو اپنے ماضی کو بھولتے ہیں اور نہ اپنی قومیت کو ترک کر کے اہل مغرب کی آواز کو سنتے ہیں۔ وہ مغربیوں سے صرف وہی ضروری چیزیں لیتے ہیں جن کی امداد سے اہل مغرب سے جنگ کرنے

میں پوری طرح کامیاب ہوسکیں اور اس میں شک نہیں کہ مشرق کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے۔ اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے۔

"پرانے زمانہ میں جاپانیوں کو دور دراز ملکوں کی سیر و سیاحت کرنے سے سخت نفرت تھی اور وہ اپنے ملک میں اجنبیوں کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے لیکن اس نئی ترقی کے بعد یہ سب باتیں زائل ہو گئیں۔ انہوں نے حیرت انگیز طریقہ سے گذشتہ زمانے کی کوتاہی کی تلافی کر دی ہے اور ان کی اس جد و جہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے باوجود جاپانی لوگ گذشتہ زمانہ کو اب تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس پر ناز کرتے ہیں اور وہ مغربی تہذیب کی محض انہی باتوں کو لیتے ہیں جن کے بغیر گذارہ نہ ہوسکے لیکن جن چیزوں کے بغیر گذارہ ہو سکے وہ کبھی ان کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔ ہر جاپانی اس خیال میں ہمیشہ خوش رہتا ہے کہ وہ اپنی رسوم و تہذیب میں دوسروں سے بالاتر ہے۔"

اب تک جاپانیوں کے شنتو اور زن کے بت خانے کیسا تھ بدھوں کے بُت بھی موجود ہیں اور وہ سب کے سب بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور آج بھی پرانے زمانے ہی کی طرح کی خدمت کی جاتی ہے اور اُن پر اسی طرح ایمان اور عقیدہ

رکھا جاتا ہے جس طرح صدیوں پہلے رکھا جاتا تھا۔

میری رائے یہ ہے کہ اگر جاپانیوں کو بالشویزم اور دیگر نقصان رساں خیالات سے کسی چیز نے محفوظ رکھا تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رسم و رواج اور معبودوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

چند سال ہوئے کہ لاما زلیز نے فرانسیسی زبان میں جاپان کے متعلق ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس کی تعریف میں یہاں کے تمام بڑے بڑے اخبارات رطب اللسان ہیں۔ اس عالمانہ کتاب کے چند جملے ملاحظہ ہوں:۔

"جب جاپانیوں نے ترقی کرنی چاہی تو انھوں نے یورپ و امریکہ سے وہ باتیں لیں جو ان کے اقتصادی، مالی، سیاسی، تہذیبی اور فوجی وغیرہ شعبوں کے لئے لازم تھیں۔ اصلاح کرنے والوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ کچھ اصلاح کرتے، کچھ اقتباس کرتے اور کچھ ترک کر دیتے۔ ان کی یہ اصلاح تمام شعبوں میں ظاہر ہو گئی۔"

مصنف مذکور جاپانیوں اور چینیوں کی لڑائی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جاپانیوں کے چین پر غالب آجانے سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں نے جو کچھ مغربی علوم و فنون سے لیا وہ بہت اعلیٰ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایک مشرقی قوم نے اپنے عزم و ہمت سے جو باتیں تہذیب

مغرب سے اخذ کیں اگرچہ وہ ان کی ترقی کے لئے تریاق کا حکم رکھتی تھیں تاہم ان باتوں کی وجہ سے اس نے اپنی آزادی، قومیت، رسم و رواج اور تہذیب وغیرہ کو کچھ ضائع نہ کیا!!

میں نے شاہ جاپان کی تاجپوشی پر ایک مضمون لکھا تھا اور اس میں مختصراً بتایا تھا کہ اہل جاپان کیونکر ایک مہینے تک خوشیاں مناتے رہے اور یہ کہ ان کے جلوس سب کے سب مذہبی تھے اور یہ کہ وہ میکاڈو کو بڑا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کا بیٹا ہے وہ دو ہزار سال کے مقدس غسل خانے میں نہاتے ہیں اور یہ کہ انھوں نے کیونکر دیوتاؤں کے ساتھ چاول کھائے جنہیں گورنمنٹ نے ہنڈتوں کے زیر نگرانی بویا تھا۔ اور یہ کہ ان کے جلوسوں میں چھ لاکھ جاپانی شامل تھے اور وہ سب کے سب میکاڈو کے دس ہزار سال تک زندہ رہنے کا نعرہ لگاتے تھے۔

اگر قدیم تہذیب اور مذہبی عقائد پر قائم رہنا کسی قوم کو ترقی سے روکتا ہے تو سوال پیدا ہوگا۔ کہ۔ جاپان ان دونوں چیزوں کے باوجود کیونکر منزل ترقی پر پہنچ گیا ہے ــــ؟

کیا مذہب تعصّب کا نشان ہے ــــ؟

ایک اور چیز بھی قابل غور ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ اگر پابندیٔ مذہب

کے باعث مسلمانوں کو متعصب اور تنگ خیال کہا جاتا ہے تو جاپانیوں کو
کیوں متعصب نہیں کہا جاتا جب کہ وہ حیرت انگیز ترقی کرنے کے بعد
بھی ایسے رسوم اور عقائد کی پابندی کر رہے ہیں جو دو ہزار سال پہلے سے
تعلق رکھتے ہیں اور اپنے بادشاہوں کو دیوتا اور معبود خیال کرتے ہیں ۔۔؟

پھر یہ بھی دیکھئے شاہ انگلینڈ اور شاہنشاہِ ہندوستان کو
جو چالیس کروڑ سفید، گندمی، سرخ اور سیاہ رنگ کے انسانوں پر
حکومت کرتے ہیں اور گرجا کے امام اکبر سمجھے جاتے ہیں۔ کیوں متعصب
نہیں کہا جاتا ۔۔؟ اور ان کی قوم کو کیوں غیر مہذب نہیں کہا جاتا ۔؟ جبکہ
پارلیمنٹ کئی دفعہ بحث کرنے کے باوجود اب تک یہ فیصلہ بھی نہیں
کر سکی کہ روٹی اور شراب پادری کی دعائیں پڑھ دینے سے سچ مچ
مسیح کا گوشت اور خون بن جاتے ہیں ۔ یا ۔ نہیں ۔۔؟

پھر ہم یورپین اقوام کو جنہیں اپنی عیسائیت پر ناز ہے اور
آپس میں سخت دشمنی کے باوجود عیسائیت کی خدمت اور اشاعت میں ہر وقت
مستعد رہتی ہیں، کیوں متعصب نہیں کہتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ حالانکہ
یہ لوگ جس مذہب کے قائل ہیں وہ ۱۹ سو برس پہلے کا ہے اور اصلاح پسندوں
کے نزدیک یہ زمانہ بہت کافی پرانا ہے۔

اگر ہم یہودیوں کی تمام خوبیوں سے انکار بھی کر دیں ۔ تو

ان کی عقلمندی اور جدوجہد سے انکار نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ لوگ بھی آج سے کئی ہزار سال پہلے کی توریت پر فخر کر رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آج کل تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہت سے نوجوان اپنی عبرانی زبان کو جس کی کوئی بھی تاریخ موجود نہیں ہے۔ زندہ کرنے کی کوشش میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ پھر انھیں متعصب کیوں نہیں کہا جاتا ——— ؟

مشہور یہودی لیڈر وایزمین نے فرانسیسی روزنامہ "ماتن" سے انٹرویو کرتے ہوئے بڑے نازو انداز سے یہ بیان دیا ہے کہ۔ "آج کل کا فلسطین سب نبیوں کی زبانوں میں باتیں کر رہا ہے" "آج کل کے فلسطین" سے ان کا مطلب "یہودیوں کا فلسطین ہے" جس میں یہودیوں نے اپنی زبان عبرانی کو عام کر کے اپنے بچوں کی تعلیمی زبان بنا دیا ہے۔ کیا مسلمان سُن رہے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ——— ؟ کیا مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ مہذب دُنیا کا کیا حال ہے ——— ؟ ہاں یہ انہی لوگوں کا حال ہے۔ جو دنیا میں علوم جدیدہ اور نئی تہذیب کے قبول کرنے میں سب سے زیادہ آگے ہیں۔

وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَاب

ایسی مثالیں بہت ہیں اور ان کا چھوٹی سی کتاب میں جمع کرنا

ناممکن ہے۔ تاہم یہ مختصراً کہا جا سکتا ہے۔ کہ ـــــــــــ

"مسلمانوں کے سوا دُنیا کی تمام قومیں اپنی قومیت، دین، رسم و رواج، عادات و اخلاق اور تمام قدیم موروثہ باتوں کی حفاظت کے درپے ہیں"۔

لیکن مسلمانوں کا یہ حال دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے انہیں جب کبھی کوئی مخلص قرآن کی طرف بلاتا ہے یا اسلامی عقائد، رسم و رواج اور مشرقی زندگی پر قائم رہنے کے لئے کہتا ہے تو نئی روشنی کے مسلمان ان کے خلاف آوازیں اُٹھاتے ہیں اور متعصب قرار دے کر یہ ارشاد فرمانے لگتے ہیں۔ "تم کس طرح ترقی کر سکتے ہو جبکہ اس نئے زمانہ میں پرانے زمانہ کی باتوں پر عمل کرنے کے درپے ہو؟

ہمیں ایسے لوگوں کی عقل پر رونا آتا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی بہت سی قوموں نے ترقی کی ہے۔ وہ آگے بڑھ گئی ہیں۔ وہ آسمان پر اُڑی جا رہی انہی ترقی یافتہ قوموں میں سے عیسائی آج تک انجیل اور گرجا پر، یہودی اپنی توریت اور تلمود پر اور جاپانی اپنے بُت اور مقدس چاول پر قائم ہیں۔ لیکن یہ مغرب زدہ مسلمان جو غلام اور پس ماندہ ہیں یہ کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم اپنے قرآن، اپنے عقیدہ، قومی رسم و رواج کھانے پینے، کپڑے، فرش وغیرہ کو نہ چھوڑ دیں اور اپنی قومی تاریخ سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ یہ عقلمندی ہے یا پاگل پن ہے ـــــــــــ؟

تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کو کیا نقصان پہنچایا ـــــ؟

اب ہم قدامت پسندوں کے معاملہ پر بحث کریں گے۔ ہمارے تنگ خیال لوگوں نے اسلام کو جو نقصانات پہنچائے وہ ملحدوں کے نقصانات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں۔ بدنیتی سے نہیں بلکہ جہالت سے کرتے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کے دشمنوں کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اور انھیں یہ موقع دیا ہے کہ وہ اسلام پر یہ الزام لگائیں کہ اسلامی تعلیم ترقی کے منافی ہے۔ پھر اسی تنگ خیال جماعت نے مسلمانوں کو دنیا سے الگ کر کے اسلام کو محض آخرت کا دین بنا دیا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں اگر کوئی مذہب دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کا مذہب کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام نے نہ صرف ہندوؤں اور چینیوں کی طرح انسان کے تمام اعمال کو آخرت کے لئے بتایا ہے نہ عیسائیت اور انجیل کی طرح انسان کو اس دنیا کے مال و دولت سے اور زندگی سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ مادہ پرستوں کی طرح انسانی کوششوں کا منتہا صرف اس دنیا کو

قرار دیا ہے پھر انہی قدامت پسندوں نے سائنس، کیمیا اور فلسفہ جدید وغیرہ کے خلاف اس لئے لڑائیاں کیں کہ یہ کافروں کے علوم ہیں اور اپنی اس جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو ان علوم کے فیضان سے محروم کر کے ان کے بازوؤں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ زمین اپنے خزانوں کو انہی کے سپرد کرتی ہے جو سائنس کی امداد سے ان کی تلاش کریں اور اگر ہم ہر وقت صرف آخرت کی باتیں ہی کرتے رہیں تو زمین ہمیں یہ ضرور کہے گی۔ جب تم آخرت ہی کو تلاش کرتے رہتے ہو تو آخرت کو جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ علوم جدیدہ سے الگ رہنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو دیگر اقوام کا شکار بنا دیا ہے۔ ہم گر رہے ہیں اور وہ ترقی کر رہے ہیں، یہانتک کہ نہ صرف انھوں نے ہماری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ وہ اپنے علوم کے ذریعے ہم کو ہمارے دین سے بھی متنفر کرنے کی طاقت کے مالک ہو گئے ہیں۔

حالانکہ خدا کی شریعت یہ نہیں چاہتی کہ ایسا ہوتا۔ خدا کا حکم تو یہ تھا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ ۵	اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے۔ جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائیگا۔

اِسی کے ساتھ دوسری جگہ یہ آیت ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا — اور دیکھو یہ اُسی پروردگار کی کارفرمائی ہے کہ اس نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں تاکہ جس طرح چاہو ان سے کام لو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ — (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو: خدا کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کے برتنے کیلئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ تم کہو۔ یہ نعمتیں، تو اسی لئے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں۔ دُنیا کی زندگی میں زندگی کی مکروہات اور قیامت کے دن (ہر طرح کی مکروہات سے) خالص۔!“

پھر اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے۔

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا — تم اپنی دنیا کا حصہ فراموش مت کرو۔

خدا نے مسلمانوں کو جو دُعا سکھائی وہ یہ ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً — اے خدا ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کر۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے قدامت پسند مسلمان بھائی اس امر سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان کا صرف آخرت طلبی کا رویہ اسلام کو گرانے اور مسلمانوں کو دیگر اقوام میں ذلیل و خوار کرنے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔

عمل و محنت کے متعلق قرآن حکیم کی تعلیم

ہمارے قدامت پسندوں نے مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے دور رکھنے کی جو مہم شروع کی ہے یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ ملّت اسلامیہ مفلس و قلاش ہو رہی ہے اور ایسے دشمنوں کی محتاج ہو چکی ہے جو نہ اس کی وفاداری کے قدرداں ہیں اور نہ سچائی سے آشنا ہیں۔ سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہ قدامت پسند بزرگ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو دیکھتے ہیں تو انھیں یہ کہکر تسلی دیتے ہیں کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور اور تمہاری تقدیر میں روز ازل ہی سے تنگدستی اور تکلیف لکھی جا چکی ہے۔ اس قسم کے خیالات کو ہوا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر جگہ درویشوں اور گداگروں کا مخصوص فرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو اسلام کے جسم میں ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے انہی بیکار اور نکمے لوگوں کو دیکھ کر فرنگیوں کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ اسلام مسلمانوں کو عمل و محنت کا حکم نہیں دیتا۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کام کرے۔ یا یا نہ کرے ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ حالاں کہ قرآن مجید کے اوراق عمل و سعی اور جہاد و محنت کے احکام سے لبریز ہیں اور ایسی بے شمار آیتیں موجود ہیں جو فرنگیوں کے اس خیال کی تردید کرتی ہیں اور جن میں یہ بتایا گیا ہے

کہ ثواب و عذاب اور کامیابی اور ناکامی خود انسان کے عمل و کوشش پر منحصر ہے

آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

۱ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ

اور (اے پیغمبر) تم کہو عمل کئے جاؤ۔ اب اللہ دیکھے گا تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اس کا رسول بھی دیکھے گا۔

۲ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ

اور (اگر یہ اس قدر سمجھانے پر بھی) تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لئے میرا عمل تمہارے لئے تمہارا

۳ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ

مسلمانو! ——————————

خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

۴ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

خدا تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

۵ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط ۵

اگر تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروگے تو خدا تمہارے اعمال میں سے ذرہ بھی کم نہ کرے گا۔

۶ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝

ہمارا ٹھہرایا ہوا قانون یہ ہے کہ ان کی کوشش و عمل کے نتائج یہاں پورے پورے دیدیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دنیا میں اس کے ساتھ کمی کی جائے۔

۷ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

خدا ان کے کاموں کا پورا پورا اجر دے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا

دوسری جگہ فرمایا۔

۸ اِنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ

بلاشبہ میں کبھی کسی عمل کرنیوالے کا عمل ضائع نہیں کرتا

۹ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ

کام کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

۱۰ وَلِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ

ایسی کامیابی کے لئے کام کرنیوالوں کو کام کرنا چاہئیے

دوسری جگہ فرمایا۔

۱۱ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ط

اچھی بات خدا تک پہنچتی ہے اور اچھا کام اسکو بلند کرتا ہے۔

۱۲ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

جس کسی نے اچھا کام کیا خواہ مرد ہو، خواہ عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا تو (یاد رکھو) ہم ضرور اُسے اجر دیں گے انھوں نے جیسے جیسے اچھے کام کئے ہیں۔ اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا۔

۱۳ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور خدا لوگوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

۱۴ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا

جیسے کچھ اُن کے بُرے اعمال تھے ویسے ہی بُرے نتیجے بھی ملے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

۱۵ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا

غرضیکہ جو کچھ انھوں نے دنیا میں کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پائیں گے۔

۱۶ مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انھیں اپنے اعمال کا نتیجہ میں دوگنا نیک بدلہ ملے گا۔

۱۷ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

ہر ایک کو اپنے کام کے لحاظ سے درجہ ملے گا اور ان کے اعمال کا بدلہ پورا ہوگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

۱۸ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ط وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ط

جو مسلمان ایک ذرہ برابر نیک کام کریگا اُسے نیک بدلہ ملے گا اور جو ایک ذرہ کے برابر بُرا کام کریگا اُسے اس کا بُرا بدلہ ملے گا۔

۱۹ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ — وہ وقت دور نہیں کہ اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے۔

اِن آیتوں کے علاوہ اس قدر آیتیں موجود ہیں کہ اس مختصر رسالہ میں احاطہ ناممکن ہے اس کے علاوہ بعض آیتیں ایسی بھی موجود ہیں۔ جو ہماری موجودہ حالت کا پورا نقشہ کھینچتی ہیں مثلاً

وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ — تم پر جو بھی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

دوسری جگہ ہے۔

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا لا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ط — جب تم پر مصیبت پڑی اور یہ مصیبت ایسی تھی کہ اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں دشمنوں پر پڑ چکی ہے تو تم بول اٹھے یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آپڑی۔

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو۔ دہاں مصیبت تو ضرور آپڑی مگر، خود تمہارے ہی ہاتھوں آئی (اگر تم کمزوری نہ دکھاتے اور احکام حق کی اطاعت کرتے تو کبھی یہ مصیبت پیش نہ آتی)

قرآن پاک کی یہ آیت صحابہ کرام رضؓ کے حق میں نازل ہوئی تھی جو
ایمان، اخلاص اور تقویٰ میں تمام مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے۔
آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں تیراندازوں کو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک گھاٹی پر کھڑے رہو اور مجاہدین
کی حفاظت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تاکید کی کہ وہ شکست
یا فتح کسی بھی حالت میں اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں۔ لیکن جب مشرکین کو شکست
ہوتی نظر آئی تو انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت حاصل کرنے
کے لئے آگے بڑھے۔ اس پر مشرکین نے از سر نو حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی
فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک
زخمی ہو گیا۔ اِس پر اوپر کی آیت نازل ہوئی۔

قُرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ دین اسلام
صرف عمل و محنت کا دین ہے نہ کہ قضا و تقدیر اور کاہلی کا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو گداگروں اور بے کاروں کا یہ دعوے
صحیح ہے کہ خواہ ہم کام کریں یا نہ کریں۔ خدا ہمیں ضرور رزق دے گا۔ اور
نہ دشمنان اسلام کا یہ الزام درست ہے کہ اسلام اپنے پیرووں کو
بے جا توکل اور تنگ خیالی کی تعلیم دیتا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ مصیبتوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے

کہ وہ احکامِ اسلام سے غافل اور صحیح اسلامی روح سے نا آشنا ہیں۔ ورنہ یہ باتیں جو اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں صحیح ہوتیں۔ تو دینِ اسلام کے سب سے زیادہ سمجھنے اور عمل کرنے والے مسلمان یعنی صحابہ کرام رضؓ کیونکر پچاس سال کے اندر اندر نصف دنیا کو فتح کر لیتے؟

قرآنی توکُّل کا مفہوم

توکل کے مفہوم و معانی کے متعلق عام غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ اور عام مسلمان اُسے بیکاری اور کاسۂ گدائی کے مترادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے اُسے عمل و سعی اور جد و جہد کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ مطلب تو صرف یہ تھا کہ جد و جہد کے ساتھ ساتھ خدا پر بھی بھروسہ ہو تو دنیا و آخرت میں اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر صرف اپنے نفس ہی پر بھروسہ کر لیا گیا۔ تو اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ انسان کامرانی پر مغرور اور ناکامی میں بزدل ہو جائے گا۔ پس اسلام میں جس توکل کا ذکر ہے وہ تو عقل اور فکر کے ساتھ کام کرنے کے بعد خدا پر بھروسہ کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے تاکہ انسان کو یہ معلوم رہے کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے کام کو سرانجام کرنا اس کا اختیار نہیں ہے۔

چنانچہ بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم توکل نہ کیا کریں ——— ؟ فرمایا "نہیں" بلکہ تم میں سے جو شخص جس کا کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے وہی کام لیا جائیگا۔

تعجب ہے کہ وہ فرنگی لوگ جو ہمیشہ اسلام کی طرف بے جا عقائد منسوب کرتے رہتے ہیں، کبھی تکلیف کر کے انجیل کا مطالعہ نہیں کرتے اور توکل کے متعلق وہ احکام نہیں دیکھتے جو قرآن کریم کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہیں چنانچہ انجیل میں ہے۔

"تمہارے آسمانی باپ کے حکم کے بغیر تمہارا ایک بال نہیں گر سکتا"

اسی طرح کے اور بھی بے شمار احکام ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ انجیل کے ان احکام کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کام کرنے کے دلدادہ فرنگی جو قضاء و قدر ہی کے قائل نہیں ہیں۔ بہت ذوق و شوق سے انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ اسے عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قضاء و قدر کی آیتوں پر کبھی اعتراض نہیں کرتے۔

اس بحث سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی آیات خواہ قرآن میں ہوں یا انجیل میں مطلب صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے۔ خدا تعالیٰ قبل از وقوع اس کا علم رکھتا ہے۔ ان احکام کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان کام کاج چھوڑ دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔

اصل سوال کی طرف رجوع

ہم پھر تنگ خیال مسلمانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دشمنان اسلام کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ اور انہیں اسلام کے خلاف مسلح کر دیا ہے چنانچہ اسلام کے دشمن انہیں تنگ خیال اور متعصب مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام موجودہ تمدّن کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے اور نہ ترقی کر سکتا ہے حالانکہ اصل بات صرف یہ ہے کہ تنگ خیال ملاؤں کے ذاتی عقائد اس نئی تہذیب اور تمدّن کے ساتھ مالوف نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود ترقی کے راستے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اسلام ان کی ذہنیت اور خانہ ساز عقائد سے بالا تر ہے۔ اور ہماری ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔

تقلید آباء اور قدامت پسندی کے متعلق قرآنی تعلیم

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اسلام کا اصل منشا یہ تھا کہ تمام پُرانی اور بے فائدہ باتوں کو منسوخ کر کے مفید احکام جاری کئے جائیں اور حق بات بھی یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں حضرت ابراہیمؑ جیسا اسوۂ حیات موجود ہو اس کی طرف تعصب اور تنگ خیالی کو منسوب کرنا ظلم ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس مثال کا ذکر یوں آتا ہے

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ
مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي
أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝
قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا
عَابِدِينَ ۝ لَقَدْ كُنتُمْ
أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے
کہا تھا یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پر تم جم کر بیٹھ گئے ہو؟
تو انھوں نے جواب دیا تھا "ہم نے اپنے باپ دادوں کو
دیکھا انہی کی پوجا کرتے تھے"۔ ابراہیم نے کہا
"یقین کرو تم خود بھی اور تمہارے باپ دادا
بھی صریح گمراہی میں پڑے"۔

دوسری جگہ اس طرح مذکور ہے۔

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ
لَهَا عَاكِفِينَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ
إِذْ تَدْعُونَ ۝ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ
يَضُرُّونَ ۝ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا
آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ۝
قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ۝
أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ۝
فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝

انھوں نے کہا ہم بت پرستی کرتے ہیں۔ ان کی پوجا پر
قائم ہیں۔ ابراہیم نے جواب دیا "جب تم ان سے دعا
مانگتے ہو تو وہ تمہاری دعا کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں
نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں انھوں نے کہا نہیں۔
بلکہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے
دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا۔ خدا تعالیٰ کے سوا جن بتوں
کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے ہیں
وہ میرے دشمن ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ
وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝
قٰلُوْا اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى
مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ

ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی عقیدہ پر پایا ہے۔
اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کیا
تم اسی طرح رہو گے، باوجودیکہ میں تمہیں تمہارے
باپ دادوں سے بہتر کوئی عقیدہ بتاؤں۔

ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ
نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ
شَيْـًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے اللہ نے جو ہدایت
نازل کی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں ہم تو اسی طریقہ پر
چلیں گے جس پر اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی
ان لوگوں سے پوچھے اگر تمہارے بڑے بوڑھے عقل سے کورے
اور ہدایت سے محروم رہے ہوں تو تم بھی عقل و ہدایت سے انکار کر دو گے؟

اِس کے علاوہ یہ بھی ہے۔ کہ۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ
مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ
كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِىْ
مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں وہ کہیں گے مسلمان جس
قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے ہیں کیا بات ہوئی کہ
ان کا رُخ اُس سے پھر گیا؟ اے پیغمبر، تم کہو سمت مشرق ہو
یا مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے وہ کسی خاص مقام یا جہت
میں محدود نہیں، وہ جس کو چاہتا ہے کامیابی و سعادت
کی سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

اِن آیتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے صرف اس کا قدیم ہونا کوئی سند نہیں انسان کو فوائد اور مقصد پر نظر رکھنی چاہیئے نہ کہ قدامت اور تقلید پر۔

وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں ہر قسم کی مفید باتوں کو جو شریعت کے احکام کے خلاف نہوں، بہت خوشی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جہاں تک میں دیکھتا ہوں مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مفید بھی ہو اور اسلام کے خلاف بھی ہو۔ اسلام کا اصل منشار دنیا کی بہبودی اور لوگوں کی خیر و فلاح ہے۔

کیا آپ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ علمائے نجد جو تمام مسلمانوں کی نسبت فرنگیوں کے عقائد سے بہت دور ہیں اور اختراعات جدیدہ کے مرکز سے بہت فاصلہ پر رہتے ہیں جب ان سے سلطان ابن سعود نے وائرلیس، ٹیلیفون اور موٹر کے استعمال کے متعلق فتوے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا۔ کہ

کتاب و سنت میں کہیں ان کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے اس کے علاوہ چونکہ یہ چیزیں مفید بھی ہیں اس لئے انہیں استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر گورنمنٹ رعایا کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قسم کی مفید چیزوں کو اپنے ملک میں رواج

ویدے تو اس کا یہ اقدام ملک کے فلاح و بہبود کے لئے
ہر لحاظ سے مفید ہوگا۔ خاص طور پر حاجیوں کے لئے وہ کئی
کئی راتوں اور دنوں کی تکلیفیں برداشت کرنے کی بجائے
صرف چند گھنٹوں میں اپنا سفر طے کرلیں گے۔"

یہاں یہ چیز بھی یاد رہے کہ صرف متعصب اور تنگ خیال
مسلمانوں ہی نے نئی نئی ایجادات کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی بلکہ مسلمانوں
سے پیشتر عیسائی بھی کسی زمانے میں ہر نئی ایجاد کے خلاف اس شدت سے
آواز بلند کرتے تھے کہ ان کے ذکر سے آج بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔
چنانچہ جب گلیلو نے زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام دنیا نے
اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور آج بھی ایسے متعصب اور تنگ خیال
عیسائیوں کی کمی نہیں ہے جو توریت اور انجیل کے سوا تمام باتوں کو کفر
سمجھتے ہیں۔

ابھی دو سال کا واقعہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک
پروفیسر کو ملازمت سے محض اس لئے علیحدہ کر دیا گیا اور اس پر مقدمہ
چلایا گیا کہ وہ ڈارون کے مسئلہ ارتقار کا قائل تھا۔ لیکن عیسائیوں میں
ان سب باتوں کے باوجود علم و تحقیق کا راستہ بند نہیں ہوا۔

بہر حال کوئی صاحب غور مسلمان اس حقیقت سے انکار

نہیں کرسکتا کہ سائنس، ریاضی، فلکیات، طب، کیمسٹری اور جیالوجی وغیرہ علوم جو ایک حد تک بنی نوع انسان کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ طور پر دینی علوم ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب دنیا میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں اور علم وفضل کے ساتھ ساتھ علمار اسلام کی جماعتیں بھی موجود تھیں ان وقتوں میں الازہر، الاموی، الزیتونہ، القرودین، قرطبہ، بغداد اور سمرقند وغیرہ میں علوم شرعیہ کے علاوہ علوم طبعیہ کی تعلیم وتدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا بلکہ اس زمانہ کے علمائے علم حدیث کے علاوہ ریاضیات میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

اِسلامی تہذیب اور مذہب سے بدگمانی

کیا اسلامی تہذیب مسلمانوں کے زوال کی عِلّت ہے؟

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی کوئی خاص مدنیت اور تہذیب قائم نہیں کی۔ ایسے مدعیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اسلام کے دشمن اور دوسرے اسلام کے ملحد۔ ظاہر ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل فرنگ کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کا مدعا یہ ہے کہ اسلام میں اسحاد کا بیج بویا جائے۔ اگرچہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب کا تہذیب پر بڑا اثر ہوتا ہے تاہم یہ اصول قابل تسلیم نہیں ہے کہ کسی مذہب کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے اس کی تہذیب کو معیار مقرر کیا جائے۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں پر مذہب کا اثر بتدریج کم ہوتا چلا جاتا ہے جس سے ان کے اخلاق اور تہذیب میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ساری کی ساری قوم گر جاتی ہے۔ لیکن کسی قوم کے تنزل و انحطاط کا ذمہ دار مذہب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اصل سبب اخلاق جلیلہ کا

فقدان ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خارجی اثرات کی وجہ سے مذہبی تہذیب کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں جس سے لازمی طور پر قوموں کی بربادی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں بھی مذہب کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ انہی حالات میں مسلمانوں کی بربادی اور تنزّل کا ذمہ دار ان کا مذہب نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اس کا سبب مذہب سے ناواقفیت اور احکام مذہب سے روگردانی اور بے پروائی ہے۔

چنانچہ اس کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ جب تک مسلمان شریعت کے احکام پر عمل کرتے رہے، وہ عزت، طاقت اور دولت کے مالک رہے مگر جونہی انہوں نے احکام شریعت سے غفلت کی وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ تھی بلکہ اسلام کی خاص تہذیب ایک ایسا مسلمہ امر ہے جو کسی ثبوت کا محتاج نہیں چنانچہ ہم اہل مغرب کے پاس وہ جرمنی ہوں یا فرانسیسی، انگریز ہوں، یا اطالوی اسلام کی تہذیب یا تمدن کے متعلق اس قدر تصانیف دیکھتے ہیں جو حساب و شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ بس اگر سنت اور شریعت کی بنیادوں پر اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ ہوتی تو علمائے یورپ جو ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ تہذیب اسلام کے متعلق

بڑی بڑی جلدیں نہ لکھتے۔ اس کی تاریخ پر بحث نہ کرتے۔ اس کی تہذیب کا دوسرے مذاہب کی تہذیب کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے اور اس کے بعض خاص اصولوں کی طرف توجہ نہ کرتے۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے۔ کہ اسلامی تہذیب کے متعلق خود یورپ کے اہل قلم نے اس قدر لٹریچر شائع کیا ہے کہ اس پر کسی مزید اضافہ کا خیال تک نہیں کیا جا سکتا۔

اِسلامی تہذیب کا جلوہ

اگر ہم چند قدم پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو ہمیں وہ حیرت انگیز منظر دکھائی دے گا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ منصور، رشید اور مامون کے زمانے میں بغداد کی آبادی ۲۵ لاکھ تھی اور یہ تہذیب و تمدن، دولت مندی اور خوش حالی کے لحاظ سے اس قدر مشہور تھا کہ اس سے قبل یا بعد کے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اسی زمانہ میں بصرہ کی آبادی پانچ لاکھ تھی اور اسی طرح دمشق، قاہرہ، حلب، سمرقند، اصفہان اور بہت سے اسلامی شہر تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ افریقہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً قیروان، فاس تلمسان اور مراکش کی مثالیں آج کل یورپ میں بھی نہیں مل سکتیں

پھر شہر قرطبہ کا تصور کیجئے جسے "یورپ کی دلہن" کہنا بجا ہوگا
پندرہ لاکھ کی آبادی تھی۔ یہاں کی جامع مسجد کی وسعت کا اندازہ اس
طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے اندرونی حصے میں پچاس ہزار اور صحن میں
تیس ہزار لوگ آسانی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے علاوہ باقی
مسجدوں کی تعداد سات سو تھی۔

جب میں زہرار کے محل کو دیکھنے گیا تو میری حیرت کی
کوئی انتہا نہ رہی، گویا میں نے محل نہیں دیکھا۔ بلکہ ایک مکمل شہر دیکھا۔ اس
کی لمبائی ۹ سو میٹر اور چوڑائی ۸ سو میٹر تھی۔ اہل ہسپانیہ اس محل کو
شہر زہرار کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلے کے کھنڈرات کی کھدائی
کرنے والے انجنیروں نے مجھ سے کہا کہ وہ اُمید کرتے ہیں کہ تمام کھدائی
پچاس سال کے اندر ختم ہوگی۔

اگر ہم ان سب شہروں کو چھوڑ کر محض غرناطہ ہی کو لیں۔
جو یورپ میں مسلمانوں کی سب سے چھوٹی سلطنت کا دارالخلافہ تھا تو
ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ پندرھویں صدی عیسوی تک یورپ میں اتنا
عظیم الشان اور بارونق شہر کوئی نہ تھا جس زمانہ میں ہسپانیوں
نے اس شہر کو فتح کیا تھا۔ اس کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ یہ وہ زمانہ
تھا کہ تمام یورپ میں ایک بھی شہر ایسا نہ ملتا تھا جو غرناطہ کی نصف آبادی کے برابر ہوتا۔

پھر الحمرار کے عظیم الشان محل کی طرف توجہ کیجیئے۔ اس کی تعریف میں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ تمام روئے زمین پر اس کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔

ہم نے مسلمانوں کی تہذیب اور مدنیت کا ایک مختصر سا خاکہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اور اگر ہم تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کریں تو کئی ضخیم جلدیں بھی کافی نہ ہوں گی۔ خود انگریز اہل قلم اس کے متعلق بے شمار تاریخیں لکھ چکے ہیں۔ البتہ یہ امر باعث فخر ہے کہ اسلام کے کسی سخت سے سخت دشمن اور متعصب مورخ نے بھی اسلام کی بے مثال تہذیب سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کی۔

اسلامی تہذیب کے احسانات

ہاں وہ اتنا ضرور کہتے آئے ہیں کہ اسلام نے کوئی تہذیب ایجاد نہیں کی بلکہ پرانی تہذیب کو از سر نو زندہ کر دیا ہے۔ اور مشرق کو مغرب سے ملا دیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے صرف پرانے علوم ہی کا ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود بہت سے علوم کے موجد ہیں اور بہت سی نئی چیزوں کی دریافت کا سہرا بھی انہی کے سر ہے

پھر یہ بھی تو ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی تہذیب نہیں جو دوسری تہذیبوں کا خلاصہ نہ ہو اور اس کو درجہ تکمیل تک پہنچانے کے لیئے کئی قوموں کی جدوجہد شامل نہ ہو اور اس کی ترقی کے لیئے مختلف دماغوں اور عقلوں نے کام نہ کیا ہو۔

کیا اسلام کے حاسد یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام کے ظہور کے وقت مشرقی تہذیب گم ہو چکی تھی اور اسلام نے اُسے نہ صرف ازسرنو زندہ کیا بلکہ اُسے موتیوں کی طرح سیپیوں سے نکالا، اُسے صاف کیا اس پر اسلام کی مہر ثبت کی اور اُسے قرآن شریف کے آداب سے مزین کر کے مشرق و مغرب میں پھیلایا ہے چنانچہ یہی وہ باتیں ہیں جن کا بعض مخلص علمار فرنگ کو اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ اسلام کی تہذیب اور مدنیت کسی دوسری قوم سے مستعار نہیں لی گئی۔ بلکہ یہ وہ تہذیب ہے جو قرآنِ کریم کے سرچشمہ سے نکلی اور توحید کے عقیدے سے اس کی ترقی ہوئی۔ باقی رہیں وہ باتیں جو مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیں یا ان کی تصانیف کا ترجمہ کیا یا بعض جگہ فنون کو حاصل کیا تو اس سے اسلام کی تہذیب پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے کہ دنیا میں تمام انسان ایک دوسرے کی مدد سے اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر سچ پوچھو تو علم کی حقیقی قدر و منزلت اسی میں ہے کہ انسان ——

اس حدیث شریف پر عمل کرے۔

الحکمۃ ضالۃ	حکمت و دانائی کی بات مومن کی کھوئی
المومن فحیث وجدھا	ہوئی چیز ہے پس وہ اُسے جہاں
اَحَقُّ بِھا	بھی مل جائے، وہ اس کا حقدار ہے۔

اِسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کہ اسلام کو صرف پچاس سال کے اندر اندر دنیا میں وہ روحانی عقلی اور مادی فتوحات حاصل ہوئیں جو اس سے پیشتر کی امتوں کو نصیب نہ تھیں چنانچہ نپولین، سینٹ ہیلنا میں ہمیشہ حیرت کے ساتھ یہ کہا کرتا تھا کہ ــــــ عربوں نے دنیا کو صرف پچاس سال میں فتح کیا ہے۔

پس اگر نپولین جیسی ہستی جس کی نظروں میں کوئی بڑی سے بڑی فتح بھی نہ سماتی تھی عربوں کی فتوحات کو حیرت کے ساتھ یاد کرے تو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عربوں نے دنیا میں کتنا عظیم الشان کام اور کتنی حیرت انگیز تہذیب چھوڑی ہے چنانچہ انھوں نے تقریباً چار صدیوں تک دنیا پر اس خوبی و عزت کے ساتھ حکومت کی کہ روئے زمین پر کسی دوسری قوم نے ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد اخلاق کی کمزوری، کم ہمتی، احکام الٰہی سے غفلت اور باہمی رقابت کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور اور مغلوب ہونے لگے اور اگر قیسی اور یمانی قبیلے

سرداری اور عزت کے لئے آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرتے تو یقیناً اہل عرب تمام یورپ کو فتح کر لیتے اور اسے بھی افریقہ کے شمالی حصے کی طرح ایک عربی ملک بنا لیتے۔

اسلام باعث زوال نہیں

پس مسلمانوں پر جس قدر مصیبتیں آئیں وہ ان کے اپنے اعمال ہی کا نتیجہ تھا۔ وہ احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہے وہ ترقی کرتے رہے اور دنیا کو فتح کرتے رہے لیکن جب انھوں نے روگردانی کی اور قرآن کو محض پڑھنے اور گانے کے برابر سمجھ لیا تو وہ فوراً گر پڑے اور دشمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ مقابلہ کرنے سے فرق کا پتہ لگ سکتا ہے اس لئے ہم دیگر اقوام کی مثالیں دے کر اس چیز کو واضح کرتے ہیں۔

یونانی تاریخ کی مثال

عیسائیت سے قبل یونانیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دُنیا کی

سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم نہیں تو کم از کم ترقی یافتہ قوموں میں ضرور تھے۔ ان میں سے بعض ایسے افراد پیدا ہوئے جو فلسفہ کے بانی اور علوم و فنون کے ماہر تھے۔ ان میں سے بعض ہستیاں آج بھی آسمان علم و فلسفہ پر ستاروں کے مانند چمک رہی ہیں یونانیوں کی تہذیب اور ترقی محض علوم و فنون میں محصور نہیں بلکہ ان میں ہر قسم کی مایۂ ناز ہستیاں موجود تھیں چنانچہ سکندر اعظم ان عظیم و جلیل فاتحوں میں سے تھا جن کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اس نے ملکوں کو فوجی طریق پر مسخر ہی نہیں کیا۔ بلکہ جہاں جہاں وہ جاتا تھا علوم و فنون کو بھی لیجاتا تھا، جس سے مغلوب قومیں سرسبز و شاداب ہو جاتی تھیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ اسکندریہ میں بطالسہ کی وہ سلطنت جو اپنے فلسفہ اور علوم میں شہرۂ آفاق تھی، اسکندر ہی کی فتح کا نتیجہ تھی۔

القصہ یونانیوں کی تہذیب اور ترقی کوئی معمولی تہذیب نہ تھی، لیکن جب عیسائیت کا دور دورہ ہوا اور اہل یونان کچھ عرصہ کے بعد اس مذہب کو قبول کر کے عیسائی بن گئے تو وہ آہستہ آہستہ گرنے لگے اور اپنی خوبیوں کو ضائع کرنے لگے یہانتک کہ آخر کار اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سلطنت عثمانیہ میں تبدیل ہو کر ایک صوبہ کی برابر ہو گئے۔ آج اگرچہ کئی صدیوں کے بعد عیسائی رہتے ہوئے

بھی وہ پھر خود مختار ہو گئے ہیں۔ لیکن ان کی موجودہ سلطنت پرانی
سلطنت کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتی۔
کیا آپ یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانیوں کے تنزل کی وجہ
عیسائیت تھی ــــــ؟ وہ لوگ جو مسلمانوں کے مذہب کو ان کے قومی
تنزل کا موجب قرار دیتے ہیں۔ یہاں کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ یونانیوں کے
تنزل کا سبب عیسائیت ہی تھا۔

رومی تاریخ کی مثال

اہل یونان کے بعد ہم رومیوں کو لیتے ہیں۔ کسی زمانہ میں وُہ
ایک عظیم اور منظم سلطنت کے مالک تھے اور دنیا کی کوئی قوم یا سلطنت
ان کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکتی تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب انھوں نے
شاہ قسطنطین کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کیا تو وہ بھی آہستہ
آہستہ زوال پذیر ہو گئے اور اپنی سلطنت کو شروع میں یورپ سے
اور پھر ایشیا سے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ پندرھویں صدی تک ان کا
نام و نشان تک مٹ گیا۔ اگرچہ وہ بھی یونانیوں کی طرح از سر نو
زندہ ہو گئے۔ لیکن وہ سلطنت ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل گئی۔ پھر کبھی
حاصل نہ ہوئی۔

اس جگہ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کیا اہل روما کے زوال کا سبب عیسائیت تھا ـــــــــ؟ بے شک کئی علما یہی کہتے تھے کہ رومیوں کے زوال کی وجہ "عیسائیت" ہے ۔ جیسا کہ وہ مسلمانوں کے زوال کو اسلام پر محمول کرتے ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے ۔ میرے نزدیک اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عیسائیت میں شامل ہونے کے بعد ان لوگوں میں بہت سی خرابیاں ہو گئی تھیں مثلاً اخلاق فاضلہ کا فقدان ، کم ہمتی ، بدمعاشی اور بے حیائی وغیرہ ، اور ابن خلدون کے قول کے مطابق ان کی سلطنت بوڑھی ہو گئی تھی ۔ نیز ان اندرونی خرابیوں کے علاوہ بیرونی دشمنوں کے حملوں نے انہیں ہر لحاظ سے کمزور کر دیا تھا ۔ ان حالات میں ان کا زوال لازمی امر تھا ۔ اگر اس زمانے میں عیسائیت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو بھی اُن کا تنزل ناگزیر تھا اور ان کا وہی انجام ہوتا جو عیسائیت کے قبول کرنے کے بعد ہوا ۔

مذہب و تہذیب کی بربریت

پس بعض تاریخ نویسوں کا دعویٰ ۔ کہ یونانیوں اور رومیوں کی عظمت کا ضائع ہونا عیسائیت کی وجہ سے تھا ـــــــــ درست نہیں ہے " اس لئے کہ مذہب کی تبدیلی سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ ـــ

قوموں کے چند رسم و رواج اور قوانین بدل جاتے ہیں اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اس تبدیلی سے لوگ بالکل نیست و نابود ہو جائیں۔

کوئی انسان کتنا بھی غور کرے کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اصلاح خلق کے لئے بت پرستی عیسائیت سے بہتر ہے اور یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ اسلام کے دشمن اسلام پر حملہ کرنے کے وقت کرتے ہیں کہ اسلام سے پیشتر مشرقی قومیں بہت خوش حال اور آباد تھیں اور ان کی تہذیب بہت اعلیٰ تھی لیکن اسلام نے آکر ان کی تہذیب کو مٹا دیا۔ حالاں کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نظر آئے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ اسلام سے پیشتر مشرقی تہذیب تقریباً ناپید ہو چکی تھی لیکن اسلام نے اُسے از سرِ نو زندہ کر کے اس کی بنیادیں وغیرہ قائم کر دیں جس کے نتیجہ میں بغداد، بصرہ، سمرقند، بخارا، شام، مصر، قیروان اور قرطبہ جیسے بڑے بڑے شہر اور ملک آباد ہو گئے۔ اور حق یہ ہے کہ مشرقی تہذیب کا جس قدر بھی اثر ہے وہ صرف اسلام کی وجہ سے ہے جس نے مسلمانوں کو ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار دے کر ان ملکوں میں بھیجا جہاں پرانے زمانہ کے کسی مشرقی کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پس اس بارے میں نہ تو اسلام کا قصور ہے اور نہ قرآن کی

کوتاہی بلکہ مشرقی تہذیب کے ضائع ہونے کے صرف دو سبب ہیں۔

(۱) اسلامی ممالک پر صلیبیوں کے بیرونی حملے۔

(۲) منگولوں کی اندرونی یورشیں۔

چنانچہ ان دونوں فریقوں نے اسلام کی محنتوں کو اپنے وحشیانہ سلوک سے تباہ و برباد کر دیا۔ اور اس کے بڑے بڑے ملکوں کی تہذیب کو اڑا کر رکھ دیا۔ علاوہ ازیں مسلمان بادشاہوں کی باہمی لڑائیاں خواہشات نفسانی کی پیروی، گمراہی، قرآن کے احکام کی نافرمانی اور ترک اخلاق نے اسلام اور اسلامی تہذیب کو ایسے ایسے نقصانات پہنچائے ہیں جو بیرونی دشمن بھی نہیں پہنچا سکے۔ لیکن مشرقی تہذیب کو جس قدر نقصانات پہنچے ہیں ان سب کا گناہ ان وحشی فرنگیوں، منگولوں اور ان مسلمانوں کی گردنوں پر ہے جنہوں نے قرآن کریم کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس کی آیتوں کو مفت فروخت کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فرنگیوں نے عیسائیت کو کہیں تیسری، چوتھی یا پانچویں اور چھٹی صدیوں میں جا کر قبول کیا، حتی کہ یورپ کے مشرقی حصے کے بعض باشندوں نے دسویں صدی میں عیسائیت کی طرف توجہ کی، لیکن یورپ کی وہ ترقی جو اسے علوم و فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے وہ تو محض چار صدیوں سے آہستہ آہستہ شروع ہوئی ہے۔ گویا ان کی یہ ترقی قبول عیسائیت سے

تقریباً سات آٹھ سو بلکہ ایک ہزار سال بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے
ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اس عرصہ سے پیشتر یورپ کے تمام باشندے
تاریکی اور جہالت میں تھے، بلکہ صرف اتنا ہے کہ اس زمانہ میں عربوں کی تہذیب
ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھی اور اس بات کی گواہی تو کُل بر تر ان
اور ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ مورخوں کے سوائے تمام فرنگی تاریخ
نویسوں نے دی ہے

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ ایک مشہور و معروف انگریز
فلاسفر مسٹر ویلز مشرقی تہذیب کے بارے میں ایک تاریخ لکھی ہے اور
وہ موسیو گروسہ مشہور فرانسیسی تاریخ نویس کی یہ گواہی دیتے ہیں
کہ قرون وسطیٰ میں اہل مغرب فرنگیوں کے استاد تھے اور اس زمانہ
کے فرنگی اہل مغرب کی شاگردی کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے۔

قدیم یورپ کا تنزل اور موجودہ ترقی کے اسباب

کیا ہم ان صاف اور صریح شہادتوں کے بعد بھی یہ کہنے
میں حق بجانب ہیں کہ یورپ کی ہزار سالہ گمراہی اور قرون وسطیٰ کی
جہالت محض عیسائیت کی وجہ سے ہے ؟

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب ہی کو مجرم قرار دیتے ہیں اور مذہب سے ان کی مراد کیتھولک مذہب ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اہل یورپ نے اُسی وقت ترقی کے میدان میں قدم رکھا جب لوتھر اور کلفن نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد رکھی لیکن والٹر اور اس کے ہم خیال مُلحد فلاسفروں کی رائے یہ ہے کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور یہ دونوں مذہب انسانی ترقی کرنے سے روکتے ہیں چنانچہ جب والٹر کے سامنے لوتھر اور کلفن کا ذکر آیا تو اس نے کہا کہ یہ دونوں حضرت محمد صلعم کے مقابلہ میں ہیچ ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں نے اپنے ایجاد کردہ مذہب سے دنیا کی جس قدر اصلاح کی ہے وہ حضرت محمد صلعم کی اصلاح کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرون وسطیٰ کے فرنگیوں کی جہالت اور ان کی ہزار سالہ گمراہی کی ذمہ دار عیسائیت نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف عیسائیت نے یورپ کے وحشیوں کو کسی حد تک مہذب ہی بنایا ہے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم جاپانیوں کی مثال سامنے رکھیں کہ ان میں بت پرست بھی ہیں اور بودھ بھی، طاوی بھی ہیں اور کنفیوشیس کے مُرید بھی۔ دو ہزار سال تک وہ گم نام رہے۔

اور آخر کار پچاس ساٹھ سال کے اندر ہی اندر اس قدر قابل رشک عزت، سلطنت اور ترقی حاصل کی جس میں ہر قوم کے لئے عبرت اور بصیرت کا سامان موجود ہے۔ حالانکہ اہل جاپان بدستور بت پرست اور مشرک ہیں اس حقیقت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بت پرستی جاپانیوں کی سابقہ جہالت و گمنامی کا باعث تھی اور نہ ان کی سورج پرستی موجودہ ترقی باعث ہے۔

پھر یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ جاپانیوں نے روسیوں کو شکست دی، حالانکہ ان کی مردم شماری روسیوں کے نصف کے برابر ہے اور پھر وہ بت پرست بھی پرلے درجے کے ہیں اور خود عیسائی بھی متعصب عیسائی تھے۔ پھر ان حالات میں کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم روسیوں کی ذلت کا موجب ہے یا سورج دیوتاؤں کی عبادت سے جاپانیوں کو یہ ترقی اور عزت حاصل ہوئی ہے ــــــــ؟

صرف مذہب ہی نہیں، ترقی اور تنزل کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں اس موقع پر ہم جاپانیوں کی ترقی اور تہذیب کے دلائل کو پیش کرنا نہیں چاہتے، ورنہ ہم ثابت کر دیتے کہ مقدس گھوڑے کے عقیدہ نے بھی جس کے متعلق اہل جاپان کا خیال ہے کہ وہ خاص خدا کی سواری کے لئے مقرر ہے، جاپانیوں کو ترقی کرنے سے نہیں روکا اور نہ

انھیں اپنی فطری ہمت اور عقلمندی سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہے۔

اگرچہ مختلف قوموں کی تاریخ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لیکن ہم صرف مندرجہ بالا مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بحث دوسری ہے۔

اگر بعض عیسائیوں کی طرف سے ہمیں یہ طعن نہ دیا جاتا کہ مسلمانوں کی ذلت کی وجہ ان کا مذہب ہے اور یہ کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" تو ہم سرے سے اس موضوع پر قلم ہی نہ اٹھاتے۔

مراکش کے گورنر جنرل موسیو سان نے ایک فرانسیسی اخبار میں ایک آرٹیکل شائع کر کے مراکش کے تنزل کو "شبِ اسلام" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگر اسلامی ملکوں کے چند روزہ زوال کو "شب اسلام" کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے تو "شب عیسائیت" کا بھی تصور کرنا چاہئے جس میں یورپ تقریباً ایک ہزار سال تک مبتلا رہا۔ فرمائیے یہ "شب عیسائیت" کس قدر لمبی ہوگی ـــــــ؟

بہرحال یہ انصاف سے بعید ہے کہ مذہب کو ترقی اور زوال کا معیار قرار دیا جائے۔

قرآن حکیم اور ترغیب علم

اگر مسلمان ترقی کرنا چاہیں اور دوسری ترقی یافتہ اقوام کے پہلو
بہ پہلو کھڑے ہونا چاہیں تو ان کا مذہب (اسلام) ان کے راستہ میں کوئی رکاوٹ
پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی ہمت اور دانشمندی کو اور زیادہ کرتا ہے۔ چنانچہ
قرآن کریم کے اوراق علم و حکمت کی ترغیب سے لبریز ہیں۔ ہم اس ضمن میں
چند آیات قرآنی پیش کرتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ	کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ	اللہ نے اس بات کی گواہی آشکارا کردی کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف اسکی ذات یگانہ عدل کیساتھ تمام کارخانہ ہستی میں، تدبیر و انتظام کرنے والی فرشتے بھی (اپنے اعمال سے) اس کی شہادت دیتے ہیں اور وہ لوگ جو علم رکھنے والے ہیں۔
بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ	یہ علم والوں کے سینے میں محفوظ کھلی ہوئی آیتیں ہیں

درجات علم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط

خدا تعالیٰ مومنوں اور علم والوں کے درجوں کو بلند کرے گا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اور انھیں کتاب اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے،

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۵

وہ جسے چاہتا ہے دانشمندی دیتا ہے اور جسے دانشمندی مل گئی تو یقین کرو اس نے بڑی بھلائی پالی۔

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنٰهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا

ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ساتھ ہی بڑی بھاری سلطنت بھی عطا فرمائی تھی۔

ایک جگہ خاص عربوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۵

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو ان کو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب اور دانشمندی سکھلاتا ہے۔ اور اس سے پیشتر وہ صریح گمراہی میں تھے۔

بعض مخالفین کا یہ دعویٰ ہے کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم
آیا ہے وہ تو محض علم دین ہے اور ان ہی مخالفین میں مراکش کا ایک شخص
سیکار نامی بھی ہے اس نے اسلام کے خلاف کچھ کتابیں لکھی ہیں۔
چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ "مراکش الکاتولیکیہ" میں لکھتا ہے
کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ نہ محض علم دین ہے اس سے کبھی بھی
دوسرے علوم مراد نہیں ہیں اور مسلمانوں نے علم کے لفظ کو صرف اس لئے
عام کیا ہے کہ دوسروں کو یہ دکھایا جا سکے کہ قرآن نے کس قدر علوم کی قدر کی ہے
گویا کہ سیکار نے اس قسم کی بے ہودگیوں اور جہالت کے ساتھ یہ ثابت کیا
کہ اسلام کو سوائے علم دین کے اور کسی علم سے دلچسپی نہیں ہے۔ حالانکہ
اگر کوئی شخص علم اور حکمت کی آیات کے علاوہ ان آیتوں پر ذرا سا بھی غور
جن میں زمین کی سیر و سیاحت کرنے کی ترغیب ہے تو وہ آسانی سے سمجھ
سکتا ہے کہ علم سے مراد محض علم دین نہیں بلکہ تمام علوم ہیں۔
جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عطف
اور معطوف کی صورت میں ہر ایک چیز اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے۔ اور
دونوں سے مراد ایک ہی چیز نہیں ہوتی۔ مثلاً

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

کی آیت سے ظاہر ہے کہ حکمت اور چیز ہے اور کتاب دوسری چیز ہے

حکمت سے مراد وہ آیتیں نہیں ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ بلکہ ان آیتوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اس امر کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

علم سیکھو، خواہ تمہیں چین تک جانا پڑے " پس ظاہر ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علم سے صرف علم دین مراد ہوتی جیسا کہ خود سیکار کا دعویٰ ہے تو آپ چین جانے کو ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ چینی لوگ تو بُت پرست ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں بعض آیتوں کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ علم سے مراد عام علوم ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ	کیا تم نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ	آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے مختلف
ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہَا وَمِنَ	رنگ کے پھل، سرخ و سیاہ مختلف رنگ کے
الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ	پہاڑ اور انسان، چارپائے مختلف رنگ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہَا وَغَرَابِیْبُ	کے مخلوقات پیدا کئے ہیں خدا سے
سُوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ	تو اس کے بندوں میں سے وہی
وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ	ڈرتے ہیں جو صاحب علم
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا	ہوتے ہیں

ظاہر ہے کہ اس جگہ صاحب علم سے مراد وہ علماء ہیں جو مذکورہ بالا چیزوں یعنی پانی، نباتات، پہاڑوں، رنگ برنگ کے جانوروں اور ان کے اسرار کا علم اور واقفیت رکھتے ہیں نہ کہ صرف نماز اور روزہ کے عالم۔

یہاں یہ بھی یاد رکھئے کہ مسیکار جس نے اسلام سے اور قرآن کی علم نوازی سے انکار کیا دراصل کیا ہے اور اس کا اصل مقصد کیا ہے ــــــــــ؟

یہ فرانسیسی شخص شہر رباط میں دفتر امور اسلامیہ میں ملازم ہے افریقہ کے مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے کے سلسلہ میں مسیو لوئیس برنیو مدیر امور اسلامیہ، کرنل بارکو ڈائرکٹر آف پولیس اور کرنل مارتو مشاور امور اسلامیہ کو مدد دے رہا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ فرانسیسیوں نے اس قسم کے لوگوں کو اسلامی کاموں میں صرف اس لئے مقرر کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ مراکش میں اسلام کی بنیادوں کو گرادیں۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمان کیوں ایسے لوگوں کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔

حامیان ترقی سے ایک آخری لفظ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلانا
مقصود ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ ہم
یورپ کی طرح قومی ترقی چاہتے ہیں نہ کہ دینی ترقی۔ ان اصحاب کی خدمت
میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود بھی ترقی ہے خواہ وہ ترقی قومی ہو
دینی۔ لیکن جس چیز سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنی
ترقی کی بنیادیں قرآنی تہذیب پر قائم نہ کیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم
ملحد، نفس پرست اور گمراہ ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس
قسم کی ترقی کا نقصان اُس کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہوگا۔ کیونکہ جب
علمی تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کی رہنمائی نہ ہوگی مسلمان کبھی
ایک نقطے پر جمع نہ ہوں گے۔ پھر یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ یورپ
ترقی محض قومی ترقی تھی اور اس میں دینی تربیت شامل نہ تھی چنانچہ مس
ذکر ہے کہ وزیراعظم جرمنی نے پارلیمنٹ میں لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا
کہ "ہماری ترقی عیسائیت پر مبنی ہے"

پس اگر جرمنی جیسی حکومت جو علوم و فنون میں اپنی مثال آپ ہے
اعلان کرتی ہے کہ اس کی ترقی دینی ترقی پر مبنی ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی

نیز کیا جرمنی، انگلینڈ یا دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں کوئی ایسی
بھی یونیورسٹی مل سکتی ہے جس میں دینی علوم کی تعلیم نہ دی جاتی ہو؟
پھر یورپ میں جو قومی ترقی اور قومیت کے الفاظ استعمال کئے
جاتے ہیں تو قوم و وطن سے ملک کی مٹی، پانی، درخت اور پتھر مراد نہیں ہوتے
بلکہ اُن سے مراد ایک خون کے لوگ ہیں اور قوم اور وطن کا ہمیشہ یہ مطلب
ہوتا ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ملک میں رہتی ہو اور اس کی تاریخ، رسم و
رواج، مذہبی عقائد اور اخلاق و عادات وغیرہ ایک ہوں اور
یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت کے لئے وہ لڑ رہے ہیں۔

اختتامیہ

پس اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہوں تو انھیں جان و مال
کے ساتھ پوری طرح جہاد کرنا چاہئے اس کے بغیر کوئی قوم ترقی
نہیں کرسکتی۔ میں نے حصول علم کی بھی ترغیب دلائی ہے مگر اس سے میرا
مطلب یہ نہیں کہ مغربی فلاسفروں کے نظریوں اور ایجادات کا
علم حاصل کیا جائے۔ بے شک یہ چیزیں مفید ہیں۔ مگر علم حقیقی محض
یہ ہے کہ نفس اور دولت سے جہاد کیا جائے۔ جب یہ بات کسی قوم

میں پیدا ہو جائے گی۔ تو وہ باقی علوم پر خود بخود حاوی ہو جائے گی
کسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے اس کا عالم ہونا ضروری نہیں
مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حکیم الشرق سید جمال الدین افغانی
نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "جب کسی جاہل شخص کا بیٹا بیمار پڑ جائے تو وہ فوراً بہترین
ڈاکٹر تلاش کرتا ہے حالانکہ وہ علم طب سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے"
اس کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ محمد علی شاہ مصر
عالم نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مصر کو اس حد تک بیدار و زندہ
کر دیا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُسے بڑے بڑے خوش حال اور معزز
ملکوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ یہ محض اس کے عزم اور ترغیب علم کا نتیجہ تھا۔
اگر مسلمان ہمت سے کام لیں اور احکام قرآن کی پیروی کریں
تو بے شک وہ بھی علم و ترقی کے لحاظ سے فرنگیوں، امریکیوں اور جاپانیوں
کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہم میں کمی صرف اتنی ہے کہ ہم کام کچھ نہیں
کرتے اور مایوسی اور نا اُمیدی میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اس لئے ہمارا
فرض ہے کہ ہم نا اُمیدی کو اپنے دلوں سے محو کر دیں اور اس یقین
کے ساتھ کوشش کرتے رہیں کہ ہم اپنے کام، اپنی کوشش، اپنی ہمت
اور اپنی کتاب کے احکام پر عمل کرنے کے ذریعہ سے ضرور اپنے
مقصد تک پہنچ جائیں گے۔

آخری لفظ یہ ہے کہ ہم جان اور مال سے جہاد کریں

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ؑ

جنھوں نے ہمارے لیے جہاد کیا ہم اُنھیں ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔ اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شکیب اُرسلان
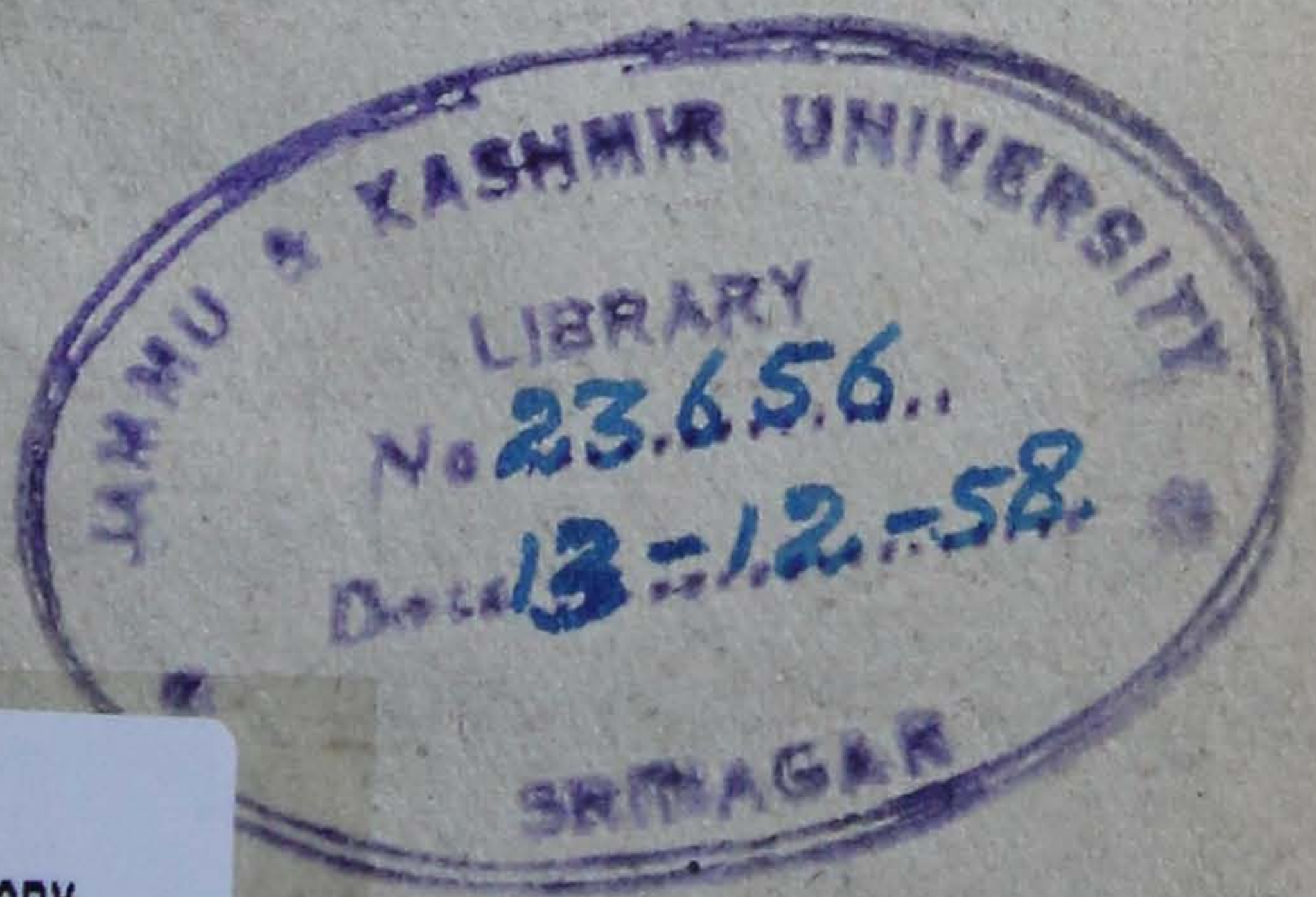
اللہ سے سچی محبت پیدا کرنے کیلیے یہ کتابیں ضرور پڑھیے

مُدلل اور مستند اسلامی تعلیمات کا بے مثل خزانہ

فتاوی آستانہ

اسلامی مسائل و معلومات کا بے کراں سمندر ہے جس کو پڑھ کر آپ کو اسلامی معلومات و مسائل پر کامل عبور حاصل ہو جائے گا اور ایک عالم دین کی طرح آپ عوام کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے یہ دینی معلومات کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جسمیں وضو، غسل، تیمم، اذان، نماز، امامت، جماعت، جمعہ، جنازہ، روزہ، زکوۃ حج، نکاح، طلاق، حیض، نفاس، اور طہارت کے تمام مسائل اور ان کی تمام مدلل عام فہم شرعی جوابات بیان کئے گئے ہیں، انداز بیان اس قدر سادہ و دلکش ہے کہ آپ آسانی اور دلچسپی کے ساتھ تمام مسائل کا مطالعہ کر لیں گے۔ فتاوی آستانہ اسلامی فقہ کی بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ اور اسلامی مسائل اور ان کے جوابات کا عطر مجموعہ ہے، جسے پڑھ کر آپ دینی مسائل سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔

کتابت و طباعت بہت عمدہ، سفید کاغذ، خوبصورت جلد، گردپوش رنگین و خوش نظر

قیمت:- جلد اول دو روپے، جلد دوم دو روپے، جلد سوم دو روپے، محصول ڈاک علاوہ

آستانہ بکڈپو پوسٹ بکس ۱۳۰۶ دہلی

اولیاء اللہ ہی سے دین کی عظمت قائم ہے

تاریخ الاولیاءؒ

جس طرح انبیاء کرام نے تبلیغ حق کی کفر و شرک سے نفرت دلائی اور صرف اللہ واحد کی اطاعت کی دعوت دی، اسی اولیاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں سرکش و ظالم بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و جبر کو برداشت کر کے تبلیغ اسلام کی، کفر و شرک کے اندھیروں میں خدا کی اطاعت و محبت کا چراغ روشن کیا اور جو پیشانیاں غیر اللہ کی بارگاہوں میں سربسجود تھیں، انھیں خدائے واحد کے در پر لا جھکایا۔

اس کتاب میں حضرت امام جعفر صادقؓ حضرت رابعہ بصریؒ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ حضرت خواجہ اجمیریؒ حضرت قطب صاحبؒ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ حضرت مخدوم صابر کلیریؒ حضرت شیخ کلیم اللہ ولیؒ اور دوسرے اولیاء اللہ کی مقدس سوانح حیات ہیں۔

اس کتاب میں اولیاء اللہ پر گزرنے والے مصائب و مشکلات، انکے مجاہدات و ریاضات اور واقعات و کرامات شامل ہیں جنھیں دیکھ کر انسانوں کی عقلیں حیران رہ گئیں ہیں کہ کس طرح ہر سختی اور مصیبت سہہ کر اسلام کی تبلیغ کی۔ زبان عام فہم، کاغذ سفید، مجلد و دلکش گرد پوش قیمت دو روپے علاوہ محصول

آستانہ بکڈپو پوسٹ بکس ۱۲۰۶ دہلی